بسم اللہ الرحمن الرحیم
اللہ نزّل احسن الحدیث

نضر اللہ امرءًا سمع منا حدیثًا فحفظہ حتی یبلغہ

ماہنامہ

اشاعة الحدیث

حضرو

جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ فروری ۲۰۱۵ء

شمارہ نمبر 126

بانی
محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

سیاہ خضاب کی شرعی حیثیت

حجیت سنت

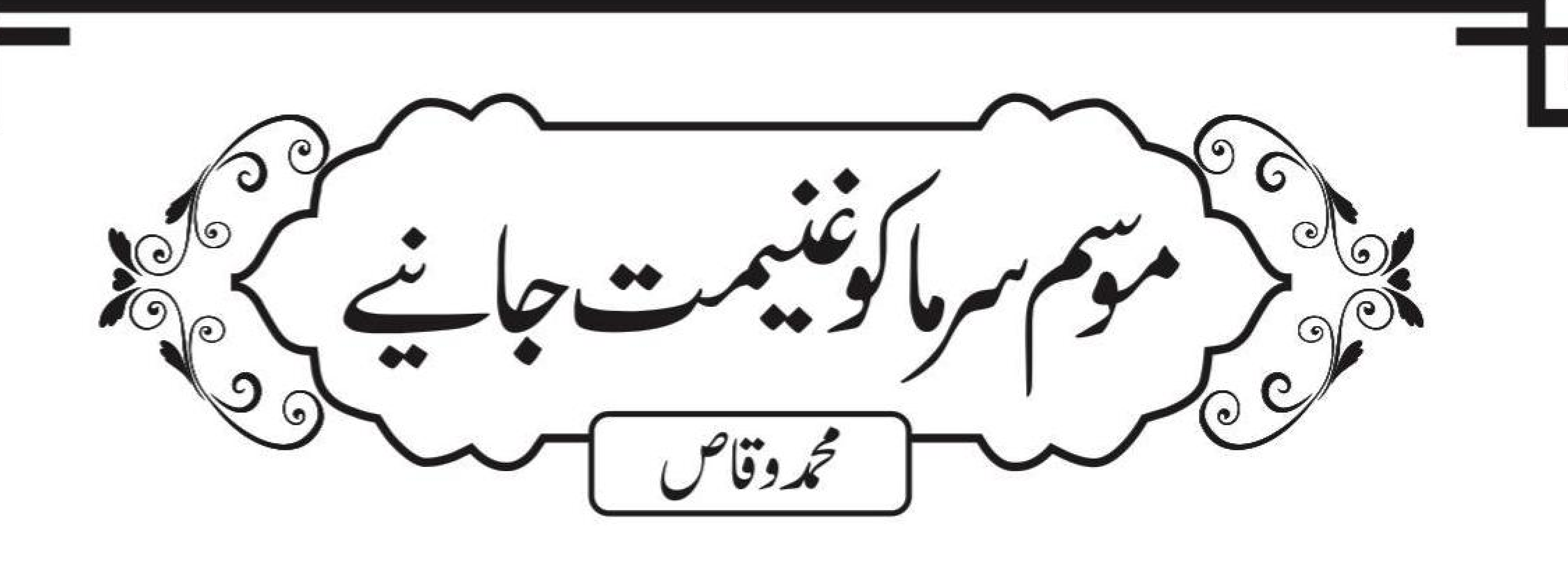
فضائل صحابہ

غیر ثابت قصے

انوار السنن فی تحقیق آثار السنن

مستقل سلسلے > ٥ احسن الحدیث ٥ فقہ الحدیث ٥ توضیح الاحکام





1. سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''سردی کا موسم عبادت گزاروں کے لئے غنیمت ہے۔'' [الزهد لاحمد:٦١٥، حلیة الاولیاء:١/ ٥١ ،اسناده صحیح، شعبه عن المدلسین محمول علی السماع]
2. سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کیا میں تمھیں ٹھنڈی غنیمت کے بارے میں نہ بتاؤں؟'' ہم نے کہا: اے ابو ہریرہ! وہ کیا ہے؟ تو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سردی کے موسم میں روزہ ٹھنڈی غنیمت ہے۔ [السنن الکبریٰ للبیهقی: ٤/٢٩٥، اسناده صحیح، محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے اس کو مشکاۃ المصابیح (٢٠٦٥) کی تحقیق میں صحیح کہا ہے]

تنبیہ: اس مفہوم کی مرفوع روایت مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

3. جلیل القدر ثقہ تابعی عبید بن عمیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جب سردی کا موسم آتا تو کہا جاتا تھا کہ اے اہل قرآن! تمہاری نمازوں کے لئے راتیں لمبی ہوگئی ہیں اور تمہارے روزوں کے لیے دن چھوٹے ہوگئے ہیں، لہٰذا تم اس کو غنیمت جانو۔''

درج بالا اقوال سلف صالحین پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ ہمارے سلف موسم سرما کو نیکیوں کا سیزن تصور کرتے تھے اور اپنی تمام تر توانائیاں خود کو آگ سے بچانے کے لئے اور جنت کے حصول کے لئے خرچ کر دیتے تھے، لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ خیر القرون کی موافقت میں اپنا لائحہ عمل ترتیب دیں تاکہ خود کو اللہ کے عذاب سے بچا سکیں جو یقیناً بہت سخت ہے اور جنت کے حصول کے لئے ہر ممکن کوشش کریں کیونکہ ہمیں نہیں معلوم کہ آئندہ ایسا سنہری موقع میسر آئے یا نہ آئے!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ نزل احسن الحدیث

نضر اللہ امرءاً اسمع منا حدیثاً فحفظہ حتی یبلغہ

ماھنامہ

اشاعۃ الحدیث

حضرو

126

جلد: 12 جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ فروری ۲۰۱۵ء شمارہ: 2

اس شمارے میں

قیمت

فی شمارہ 40 روپے

سالانہ 500 روپے

مع محصول ڈاک پاکستان

خط وکتابت

مکتبۃ الحدیث

حضرو ضلع اٹک

ناشر حافظ شیر محمد الاثری 0300-5288783 مقامِ اشاعت مکتبۃ الحدیث حضرو۔ ضلع اٹک

احسن الحدیث

تفسیر سورۂ مائدہ (آیت:۱۹)

حافظ ندیم ظہیر

﴿ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَكُمْ عَلٰی فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِیْرٍ وَّ لَا نَذِیْرٍ ؗ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِیْرٌ وَّ نَذِیْرٌ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱۹﴾ ﴾

"اے اہل کتاب ! بلا شبہ تمھارے پاس ہمارا رسول آیا ہے، وہ تمھارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے، رسولوں کے ایک وقفے کے بعد، تاکہ تم یہ نہ کہو: ہمارے پاس کوئی خوشخبری دینے والا نہیں آیا اور نہ کوئی ڈرانے والا، پس یقیناً تمھارے پاس ایک خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا آچکا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔" (٥/ المآئدۃ: ١٩)

فقہ القرآن:

❀ ﴿ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَكُمْ ﴾ یعنی اے اہل کتاب! تمھارے پاس ہمارے رسول محمد ﷺ آچکے ہیں جو تمھارے لیے ہدایت کی نشانیاں اور شرائع دین کو واضح کھول کر بیان کرتے ہیں۔ (تفسیر بغوي ١/ ٦٥٥)

❀ ﴿ عَلٰی فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ ﴾ فترۃ کے لغوی معنی : انقطاع ، حدت کے بعد سکون اور قوت کے بعد ضعف کے ہیں۔ دو نبیوں کے درمیان وقفے کو بھی فترۃ کہتے ہیں اور یہاں "انقطاع من الرسل" ہی مراد ہے، یعنی عیسیٰ علیہ السلام اور نبی کریم ﷺ کے درمیان کوئی نبی نہیں آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں تمام لوگوں سے زیادہ ابن مریم (علیہما السلام) کے قریب ہوں، انبیاء آپس میں علاتی بھائی ہیں، میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں۔" (صحیح البخاري: ٣٤٤٢)

❀ ﴿ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِیْرٍ وَّ لَا نَذِیْرٍ ﴾ اَنْ تَقُوْلُوْا یہاں اَنْ سے

پہلے لام تعلیل اور اَنْ کے بعد لائے نفی مقدر ہے، یعنی لِئَلَّا تَقُوْلُوْا ہے۔

اللہ رب العزت نے اپنے آخری نبی محمد ﷺ کو مبعوث فرما کر ان پر اتمام حجت قائم کر دی ہے تاکہ کوئی یہ عذر پیش نہ کر سکیں کہ ہمارے پاس کوئی خوشخبری دینے والا آیا نہ کوئی ڈرانے والا ہی آیا ہے۔

❀ ﴿فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّ نَذِيْرٌ﴾ یعنی اے لوگو! اب تمھارے پاس وہ رسول آ چکے ہیں جو تمھارے سامنے دینِ حق کو واضح کرتے ہیں اور تمھیں دینِ حق قبول کرنے کی ترغیب بھی دیتے ہیں۔ ماننے والوں کو خوشخبری سناتے ہیں اور انکار کرنے والوں کو عذابِ الٰہی سے ڈراتے ہیں۔

❀ ﴿وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔'' اس کی تفسیر میں الشیخ السعدی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''تمام اشیاء نے اس کی قدرت کاملہ کے سامنے اطاعت سے سرِ تسلیم خم کر رکھا ہے کسی کو اس کی نافرمانی کی مجال نہیں۔ یہ اس کی قدرت کاملہ ہی ہے کہ اس نے رسول مبعوث فرمائے، کتابیں نازل کیں جو ان رسولوں کی اطاعت کرتا ہے، اسے ثواب عطا کرتا ہے اور جو ان کی نافرمانی کرتا ہے انھیں عذاب میں مبتلا کرتا ہے۔'' (تفسیر السعدي ١/ ٦٧٢، ٦٧١)

قربِ قیامت کی نشانیاں

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک فتنے ظاہر نہ ہوں گے اور جھوٹ بہت زیادہ عام نہ ہو جائے اور بازار بہت زیادہ قریب نہ ہو جائیں اور وقت بہت تیز نہ ہو جائے اور ''ہرج'' بہت زیادہ نہ ہو جائے۔'' آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ ''ہرج'' کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''قتل۔'' (مسند احمد: ١٠٧٢٤، وسندہٗ صحیح)

فقه الحدیث

اضواء المصابیح

تحقیق و تخریج حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ — ترجمہ و فوائد حافظ ندیم ظہیر

بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ موزوں پر مسح کرنے کا بیان

الفصل الأول

٥١٧: عَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَانِئٍ قَالَ: سَأَلْتُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ، فَقَالَ: جَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثَلٰثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ لِلْمُسَافِرِ، وَيَوْمًا وَلَيْلَةً لِّلْمُقِيْمِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

شریح بن ہانی (رحمہ اللہ) کا بیان ہے، میں نے علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) سے موزوں پر مسح (کی مدت) کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے مسافر کے لیے تین دن رات اور مقیم کے لیے ایک دن رات مدت مقرر کی ہے۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

تخریج: صحیح مسلم: ٨٥/ ٢٧٦

فقہ الحدیث:

1. موزوں پر بالاتفاق مسح جائز ہے۔
2. جرابوں پر مسح کرنے سے متعلق اگرچہ بعض نے اختلاف کیا ہے لیکن اجماعِ صحابہ اور حدیث سنن ابی داود (١۴٦ وسندہ صحیح) کی رُو سے ان پر مسح کرنا بالکل درست اور جائز ہے۔ جرابوں پر مسح کے دلائل کے لیے دیکھئے ہدیۃ المسلمین (ص ١٧ تا ٢٠)
3. مسافر حضرات موزوں اور جرابوں پر تین دن اور تین راتیں مسح کر سکتے ہیں، جبکہ مقیم صرف ایک دن رات ہی مسح کرے گا۔

مدت المسح کا آغاز پہلی بار جرابوں یا موزوں پر مسح کرنے سے ہوگا۔

۵۱۸: وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ غَزَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ غَزْوَةَ تَبُوْكَ، قَالَ الْمُغِيْرَةُ: فَتَبَرَّزَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَبْلَ الْغَائِطِ، فَحَمَلْتُ مَعَهُ إِدَاوَةً قَبْلَ الْفَجْرِ، فَلَمَّا رَجَعَ اَخَذْتُ اُهْرِيْقُ عَلٰى يَدَيْهِ مِنَ الْاِدَاوَةِ، فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ، وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ مِّنْ صُوْفٍ، ذَهَبَ يَحْسِرُ عَنْ ذِرَاعَيْهِ، فَضَاقَ كُمُّ الْجُبَّةِ، فَاَخْرَجَ يَدَيْهِ مِنْ تَحْتِ الْجُبَّةِ، وَاَلْقَى الْجُبَّةَ عَلٰى مَنْكِبَيْهِ، وَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ، ثُمَّ مَسَحَ بِنَاصِيَتِهٖ وَعَلَى الْعِمَامَةِ، ثُمَّ اَهْوَيْتُ لِاَنْزِعَ خُفَّيْهِ، فَقَالَ: ((**دَعْهُمَا فَاِنِّيْ اَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ**)) فَمَسَحَ عَلَيْهِمَا، ثُمَّ رَكِبَ وَرَكِبْتُ، فَانْتَهَيْنَا اِلَى الْقَوْمِ، وَقَدْ قَامُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ، وَيُصَلِّيْ بِهِمْ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَّقَدْ رَكَعَ بِهِمْ رَكْعَةً، فَلَمَّا اَحَسَّ بِالنَّبِيِّ ﷺ ذَهَبَ يَتَاَخَّرُ فَاَوْمٰى اِلَيْهِ، فَاَدْرَكَ النَّبِيُّ ﷺ اِحْدَى الرَّكْعَتَيْنِ مَعَهُ، فَلَمَّا سَلَّمَ، قَامَ النَّبِيُّ ﷺ وَقُمْتُ مَعَهُ، فَرَكَعْنَا الرَّكْعَةَ الَّتِيْ سَبَقَتْنَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

سیدنا مغیرہ بن شعبہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ انھوں نے غزوہ تبوک میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شرکت کی۔ مغیرہ (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نماز فجر سے پہلے قضائے حاجت کے لیے نکلے تو میں (پانی کا برتن) اٹھا کر آپ کے ساتھ چل دیا۔ جب آپ واپس آئے تو میں نے برتن میں سے آپ کے ہاتھوں پر پانی انڈیلنا شروع کیا، آپ نے اپنے ہاتھ اور چہرہ مبارک دھویا، جبکہ آپ نے اونی جبہ پہن رکھا تھا۔ آپ نے (اسے اوپر کر کے) ہاتھ نکالنے چاہے لیکن جبے کی آستین تنگ تھیں، چنانچہ آپ نے جبہ کے نیچے سے ہاتھ نکالے اور جبہ اپنے کندھوں پر ڈال لیا اور اپنے بازو دھوئے، پھر آپ نے اپنی پیشانی اور عمامہ پر مسح کیا۔ پھر میں جھکا تا کہ آپ کے موزے اتاروں تو آپ نے فرمایا: ”انھیں چھوڑ دو، کیونکہ میں نے باوضو ہو کر دونوں پاؤں ان میں

ڈالے تھے۔'' پھر آپ نے ان پر مسح کیا، پھر آپ سوار ہوئے اور میں بھی سوار ہوا اور لوگوں کے پاس جا پہنچے، جبکہ وہ نماز کے لیے کھڑے ہو چکے تھے اور عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ عنہ) انھیں نماز پڑھا رہے تھے اور وہ ایک رکعت پڑھا چکے تھے۔ جب انھیں نبی ﷺ کی تشریف آوری کا احساس ہوا تو وہ پیچھے ہٹنے لگے، لیکن آپ نے انھیں (نماز پڑھاتے رہنے کا) اشارہ کیا۔ نبی ﷺ نے دو رکعتوں میں سے ایک رکعت ان (عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ) کے ساتھ پڑھی۔ جب انھوں نے سلام پھیرا تو نبی ﷺ کھڑے ہو گئے، میں بھی آپ کے ساتھ کھڑا ہو گیا، پھر ہم نے وہ رکعت پڑھی جو پہلے پڑھی جا چکی تھی۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

تخریج: صحیح مسلم: ۷۹، ۸۱، ۱۰۵/ ۲۷۴

فقه الحديث:

① اہل علم اور اساتذہ کی خدمت میں پیش پیش رہنا چاہیے۔

② صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، نبی کریم ﷺ سے بہت زیادہ محبت کرتے اور ہر وقت آپ کی خدمت کے لیے مستعد رہتے تھے۔

③ بول و براز کے لیے لوگوں سے دور جانا مسنون ہے۔

④ وضو کرنے کے لیے کسی سے تعاون لینا جائز ہے، مثلاً: اعضائے وضو پر پانی ڈلوانا وغیرہ۔

⑤ ہاتھ: کہنیوں سمیت دھونا وضو کا رکن ہے، اس کے بغیر وضو نامکمل ہے۔

⑥ اگر باوضو ہو کر عمامہ باندھا ہو تو اس پر مسح کرنا جائز ہے۔

⑦ موزوں اور جرابوں پر مسح اسی صورت میں درست ہوگا، جب وہ حالتِ وضو میں پہنے ہوں۔

⑧ سفر میں قصر نماز ادا کرنا افضل ہے۔

⑨ کم علم والے، اپنے سے علم و عمل میں اعلیٰ و ارفع کی امامت کروا سکتے ہیں۔

⑩ کسی خاص صورت میں نمازی کو اشارے کنائے سے بات سمجھائی جا سکتی ہے۔

سوال وجواب

توضیح الأحکام

حافظ ندیم ظہیر

سوال:......ایک مسجد میں لکھا ہوا تھا کہ بچوں کو ہمراہ نہ لائیں، پھر کسی حدیث کا حوالہ بھی تحریر تھا۔ کیا کسی حدیث میں بچوں کو مسجد لانے سے منع کیا گیا ہے؟ جواب دے کر اللہ سے اجر پائیں۔ (شہید اللہ، مانسہرہ)

جواب:......کسی صحیح حدیث میں بچوں کو مسجد لانے سے منع نہیں کیا گیا، تاہم جس روایت میں ممانعت ہے وہ سند کے اعتبار سے سخت ضعیف ہے۔

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے فرمایا: " حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ السُّلَمِيُّ : حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ نَبْهَانُ : حَدَّثَنَا عُتْبَةُ بْنُ يَقْظَانَ ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ ، عَنْ مَكْحُولٍ ، عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الأَسْقَعِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : ((جَنِّبُوْا مَسَاجِدَكُمْ صِبْيَانَكُمْ......)) " اپنی مساجد کو اپنے بچوں سے محفوظ رکھو۔"
(سنن ابن ماجه : ٧٥٠)

یہ روایت کئی وجہ سے ضعیف ہے: (۱) عتبہ بن یقظان ضعیف ہے۔ (التقریب : ٤٤٤٤)

(۲) الحارث بن نبھان متروک ہے۔ (التقریب: ١٠٥١)

(۳) ابوسعید الشامی مجہول ہے۔ (التقریب : ٨١٣١)

تنبیہ: امام طبرانی رحمہ اللہ نے مسند الشامیین (۴/ ۳۰۷) میں وضاحت کی ہے کہ یہ ابوسعید، عبدالقدوس بن حبیب ہے اور وہ متروک ہے۔ دیکھئے دیوان الضعفاء (۲۵۸۶) وغیرہ

اس روایت کا ایک شاہد السنن الکبریٰ للبیهقي (١٠ / ١٠٣) میں ہے، لیکن وہ بھی علاء بن کثیر الشامی متروک (التقریب : ٥٢٥٤) کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔ اس کے برعکس صحیح احادیث کی رُو سے ثابت ہے کہ ہر عمر کے بچوں کو مسجد لایا جاسکتا ہے۔

☆ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک دفعہ ہم مسجد میں بیٹھے تھے کہ رسول اللہ ﷺ

(اپنی نواسی) امامہ بنت ابی العاص بن ربیع کو اٹھائے ہوئے ہمارے پاس تشریف لائے۔ (صحیح مسلم ، ٥٤٣/ رقم المسلسل : ١٢١٥)

امام نسائی رحمہ اللہ نے اس حدیث پر بایں الفاظ باب قائم کیا ہے: "إِدْخَالُ الصِّبْيَانِ الْمَسَاجِدَ" بچوں کو مساجد میں لے جانے کا بیان۔ (سنن النسائي قبل الحديث: ٧١٢)

☆ ایک طویل حدیث ہے کہ ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہم خود (عاشوراء کا) روزہ رکھتے اور اگر اللہ چاہتا تو اپنے چھوٹے بچوں کو بھی روزہ رکھواتے تھے اور ہم (ان بچوں کے ہمراہ) مسجد کی طرف جاتے تو ان کے لیے اُون کا کھلونا بنا لیتے۔ جب ان میں سے کوئی افطار کے قریب کھانے کے لیے روتا تو ہم (اس کی توجہ بٹانے کے لیے) وہ (کھلونا) اسے دے دیتے۔ (صحیح مسلم: ١٣٦/ ١١٣٦)

یہ حدیث دلیل ہے کہ عہد نبوت میں صحابیات وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے بچوں کو اپنے ہمراہ مسجد لے کے جاتے تھے۔

☆ اسی طرح سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماں کے ساتھ (آئے ہوئے) بچے کا رونا سنتے ، جبکہ آپ نماز میں ہوتے تو ہلکی سورت، یعنی اسے مختصر کر لیتے یا (پھر کوئی) چھوٹی سورت پڑھتے تھے۔ (صحیح مسلم: ١٩١ / ٤٧٠)

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنے بچوں کو نماز پڑھنے کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہو جائیں اور جب وہ دس برس کے ہوں تو انھیں نماز چھوڑنے پر مارو اور ان کے بستر جدا کر دو۔'' (سنن أبي داود: ٤٩٤ ، سنن الترمذي : ٤٠٧ وسنده صحيح)

خلاصة التحقيق:

درج بالا تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ جس روایت میں بچوں کو مساجد میں لے جانے کی ممانعت ہے وہ سند کے اعتبار سے شدید ضعیف ہے اور دیگر صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ بچوں کو مسجد میں اپنے ساتھ لے کر جانا مسنون ہے تاکہ ان کی تربیت ہو اور انھیں نماز کی اہمیت معلوم ہو سکے۔ هذا ما عندي والله أعلم بالصواب .

فی ظلال السنة

سنت کے سائے میں

ازقلم: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

ترجمہ: حافظ فرحان الٰہی

حجیتِ سنت

امام ابوداود رحمہ اللہ اپنی سنن کتاب السنه ، باب في لزوم السنه (ح:٤٦٠٤) میں فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرِو بْنُ كَثِيرِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ حَرِيزِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَوْفٍ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَنَّهُ قَالَ: **((أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْكِتَابَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ أَلَا يُوشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانُ عَلَى أَرِيكَتِهِ يَقُولُ: عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَلَالٍ فَأَحِلُّوهُ وَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوهُ أَلَا لَا يَحِلُّ لَكُمْ لَحْمُ الْحِمَارِ الْأَهْلِيِّ وَلَا كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبُعِ وَلَا لُقَطَةُ مُعَاهِدٍ إِلَّا أَنْ يَسْتَغْنِيَ عَنْهَا صَاحِبُهَا وَمَنْ نَزَلَ بِقَوْمٍ فَعَلَيْهِمْ أَنْ يَقْرُوهُ فَإِنْ لَمْ يَقْرُوهُ فَلَهُ أَنْ يُعْقِبَهُمْ بِمِثْلِ قِرَاهُ))**

مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”خبردار! مجھے کتاب (قرآن) اوراس کی مثل (حدیث) دی گئی ہے۔ آگاہ رہو! قریب ہے کہ ایک پیٹ بھرا ہوا (آسودہ حال) آدمی اپنے تخت پر بیٹھا کہے گا: تم اس قرآن کو تھام رکھو، جو تم اس میں حلال پاؤ، اسی کو حلال سمجھو، اور جو تم اس میں حرام پاؤ اسی کو حرام قرار دو۔ خبردار! تمہارے لیے گھریلو گدھے حلال نہیں ہیں، نہ کچلی والے درندے اور نہ کسی ذمی کی گری پڑی چیز، اِلا یہ کہ اس کا مالک اس سے بے پرواہ ہو جائے، اور جو آدمی کسی بستی میں جائے تو بستی والوں پر اس کی ضیافت ضروری ہے، اور اگر وہ اس کی ضیافت نہ کریں تو آدمی اپنی ضیافت کے موافق ان سے ہرجانہ لے سکتا ہے۔“

تخریج الحدیث: مسند أحمد(٤/ ٣٠، ٣١) المعجم الكبير للطبراني(٢٠/ ٢٨٣، ٢٨٤ ح ٦٧٠) مسند الشاميين للطبراني(٢/ ١٣٧ ح ١٠٦١) میں یہ حدیث حریز (حاء کے ساتھ) کی سند سے ہے اور حریز الشامی ثقہ راوی ہیں۔

تنبیه: ......مسند احمد میں غلطی سے حریز بن عبدالرحمٰن بن ابی عوف چھپ گیا ہے، جبکہ صحیح حریز عن عبدالرحمٰن بن ابی عوف ہے، لہٰذا تصحیح فرمالیں۔ أبو داود (٣٨٠٤) اور الطبراني (٢٠/ ٢٨٢) وغیرہ میں مروان بن رؤبۃ نے اور المعجم الكبير للطبراني (٢٠/ ٢٨٣)، مسند الشاميين(٣/ ١٠٣ ح ١٨٨١) میں عمر بن رؤبۃ نے حریز کی متابعت کر رکھی ہے۔

سند کے دوسرے راوی عبد الرحمٰن الجرشي ثقہ ہیں۔ سنن الترمذي(٢٦٦٤) وسنن ابن ماجه(١٢، ٣١٩٣) وغیرہ میں حسن بن جابر نے ان کی متابعت کر رکھی ہے۔ امام ترمذی اس روایت کے بارے میں کہتے ہیں: ''حسن غریب'' نیز امام حاکم نے المستدرك (١/ ١٠٩) میں اس کی تصحیح کی ہے۔

حكم الحديث: إسناده صحيح

غريب الحديث:

أريكة: ایسا تخت یا بستر جسے مختلف کپڑوں اور زیورات سے آراستہ کیا گیا ہو۔

لقطة: وہ گری پڑی چیز جسے اٹھا لیا جائے اور وہ کسی شخص سے گر جائے یا اس کی غفلت کے باعث ضائع ہو رہی ہو۔

يقروه: مہمان نوازی کرنا۔

فقه الحديث:

① یہ حدیث قرآن اور حدیث کی حجیت پر بیّن دلیل ہے، یہ دونوں ہی دین کی مستقل بنیادیں ہیں، تمام اختلافات اور مسائل میں انھی کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

۲ یہ حدیث دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر ظاہری وحی (قرآن) کے علاوہ بھی ایک وحی آتی تھی جو غیر متلو، باطنی یا وحیٔ خفی تھی، اور آپ کو حکم تھا کہ قرآن میں موجود احکام کی وضاحت کریں۔ عام اور خاص ہر طرح کے احکامات صادر فرمائیں، نیز آپ ایسے اضافی احکام بھی جاری کر سکتے تھے جو کتاب اللہ میں مذکور نہ ہوں، چنانچہ آپ ﷺ کے ایسے تمام احکام کا حکم وجوبی ہے، اور ان پر بعینہٖ اس طرح عمل کرنا ضروری ہے جس طرح وحیٔ ظاہر یعنی قرآن پر کیا جاتا ہے۔

۳ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کو صحیح احادیث کی روشنی میں سمجھنا واجب ہے اور صحیح احادیث کے برعکس قرآن کی تفسیر کرنا حرام ہے۔

۴ یہ حدیث منکرینِ حدیث کے وجود پر بھی دلالت کرتی ہے کہ وہ قرآن کی اپنی مرضی کے مطابق تفسیر کریں گے، یعنی قرآن میں (معنوی) رد و بدل کریں گے، جیسا کہ خوارج، معتزلہ، روافض اور پرویزیوں وغیرہ کا شیوہ رہا ہے۔ أعاذنا اللّٰه من شرهم، نیز یہ حدیث نبی کریم ﷺ کی نبوت کی نشانی بھی ہے کیوں کہ بعد کے زمانے میں بعینہٖ اُس طرح ہوا جیسا آپ ﷺ نے فرمایا تھا۔

۵ امام خطابی فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ تنبیہ فرما رہے ہیں کہ آپ ﷺ کی ایسی تعلیمات کی مخالفت سے بچا جائے جو کتاب اللہ میں (صراحت سے) مذکور نہیں، بلکہ آپ ﷺ نے جاری کیں۔ خوارج، روافض اور دیگر گمراہ فرقے اپنے دعوؤں میں تو ظاہرِ قرآن کو لے لیتے ہیں لیکن اس قرآن کی تبیین و شرح (حدیث) کو ترک کر دیتے ہیں، اس طرح یہ لوگ سیدھی راہ سے بھٹک کر گمراہی میں مبتلا ہیں۔

۶ پالتو گدھوں اور درندوں کی حرمت بھی اس حدیث میں موجود ہے۔

۷ یہ حدیث ذمی کے لقطہ (گری پڑی چیز) کے بارے میں بھی راہنمائی کر رہی ہے کہ اس کو اٹھا کر استعمال میں لانا حرام ہے، ذِمی وہ کافر ہے جس کے ساتھ مسلمانوں کا امن پر معاہدہ ہو، یہاں ذمی کے لقطہ کو خاص کیا گیا ہے، جبکہ مسلمانوں کے

لقطہ کی حرمت بطریق اولیٰ ثابت ہوتی ہے۔

﴿۸﴾ مہمان کی تکریم اور خدمت واجب ہے جو کہ دوسری احادیث (صحیح بخاری: ۶۱۳۵) کے مطابق تین دن تک ہے، جبکہ شریعتِ مطہرہ کی مخالفت نہ ہوتی ہو۔ یاد رہے کہ خالق کی نافرمانی والے امور میں مخلوق کی قطعاً فرمانبرداری نہیں کی جائے گی۔

﴿۹﴾ آپ ﷺ کا فرمان کہ ''پیٹ بھرا ہوا آدمی'' یہ اس آدمی کی کم عقلی اور کج فہمی کی طرف اشارہ ہے جو ہمیشہ پیٹ بھرے رہنے سے پیدا ہو جاتی ہے، یا مال و جاہ اور عیش و عشرت میں پڑے رہنے کے باعث جو حماقت دامن گیر ہو جاتی ہے اس کی طرف اشارہ ہے، اور یہی ان لوگوں کا شیوہ ہے جو حدیث کی حجیت کا انکار کرتے ہیں، بے دریغ کھانا، داڑھی مونڈھے، گناہوں کی دلدل میں پھنسے ہوئے، تمبا کو نوشی، موسیقی اور دیگر لھولعب کے رسیا نظر آتے ہیں۔ [معاذ اللّٰه]

﴿۱۰﴾ امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ حدیث کو قرآن پر پیش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، کیوں کہ کوئی بھی حدیث جب رسول اللہ ﷺ سے صحیح ثابت ہو جائے تو وہ فی نفسہٖ حجت ہوتی ہے، جہاں تک تعلق ہے اس روایت کا جو بعض مبتدعین پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تمہارے پاس کوئی حدیث آجائے تو اسے کتاب اللہ پر پیش کرو، اگر موافق ہو تو لے لو۔'' یہ روایت باطل اور بے اصل ہے، چنانچہ زکریا الساجی رحمہ اللہ نے یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''یہ حدیث زنادقہ کی افتراء ہے۔''

سنتِ مطہرہ کا انکار کرنے والے بھی اسی روش پر چلتے ہیں، جیسے پرویزی اور دیگر حضرات کرتے ہیں، یہ لوگ صحیح اور ثابت شدہ سنتوں کو چھوڑ دیتے ہیں، جبکہ موضوع اور بے سند روایات سے اپنا موقف ثابت کرتے ہیں۔ إنا للّٰه وإنا إليه راجعون



اثبات عذاب القبر

تصنیف: امام ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی رحمہ اللہ ترجمہ و تحقیق: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

۲۱۷) یہی روایت دوسری سند سے آئی ہے جس میں ہے کہ لوگوں نے کہا: چالیس سال؟ تو ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: میں نے انکار کر دیا۔ اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

(بیہقی نے کہا:) گویا ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چالیس کی تفسیر نہیں سن سکے، جبکہ دوسرے مفسرین کہتے ہیں: یہ چالیس سال ہیں۔

۲۱۸) ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ایک یہودی ایک دن اپنا سامان بیچ رہا تھا تو اسے کوئی چیز (قیمت) دی گئی جسے اس نے ناپسند کیا یا برا سمجھا۔ عبدالعزیز (راوی) کو شک ہے تو اس نے کہا: نہیں، اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ کو تمام انسانوں پر فضیلت بخشی! (مجھے یہ منظور نہیں ہے) جب ایک انصاری نے یہ بات سنی تو اسے منہ پر تھپڑ رسید کر دیا (اور) کہا: تو یہ کہتا ہے کہ اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ کو تمام انسانوں پر فضیلت دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان موجود ہیں؟ تو یہودی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر شکایت لگائی اور کہا: اے ابوالقاسم! آپ کے اوپر میرا ذمہ اور معاہدہ ہے تو فلاں شخص نے مجھے تھپڑ کیوں مارا ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس انصاری سے) پوچھا: ''تو نے اسے منہ پر تھپڑ کیوں مارا ہے؟''

۲۱۷) صحيح البخاری ، كتاب التفسير ، سورة الزمر ، باب و نفخ فی الصور ح ٤٨١٤ ، صحيح مسلم ، كتاب الفتن ، باب ما بين النفختين ح ٢٩٥٥ .

۲۱۸) صحيح البخاری ، كتاب احاديث الأنبياء ، باب قول الله تعالىٰ: ﴿وَ اِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ح ٣٤١٤ ، صحيح مسلم ، كتاب الفضائل ، باب من فضائل موسىٰ عليه السلام ح ٢٣٧٣ .

تو اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! اس نے کہا: اور اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ کو تمام انسانوں پر چنا (اور فضیلت دی) اور آپ ہمارے درمیان موجود ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اتنے ناراض ہوئے کہ آپ کے چہرے پر غصے کے آثار نمایاں ہونے لگے، پھر آپ نے فرمایا: ''اللہ کے نبیوں کے درمیان (افراط وتفریط والی) فضیلت نہ دو، کیونکہ جب صور میں پھونکا جائے گا تو یہ آسمان و زمین میں جو کچھ ہے وہ سب بے ہوش ہو جائے گا سوائے اس کے جسے اللہ زندہ رکھے، پھر دوسرا صور پھونکا جائے گا تو سب سے پہلے میں زندہ ہوں گا تو کیا دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش کو پکڑے کھڑے ہیں۔ مجھے نہیں معلوم کہ ان کے لئے کوہ طور والی بے ہوشی کافی تھی یا وہ مجھ سے پہلے اٹھیں گے اور میں (یہ بھی) نہیں کہتا کہ سیدنا یونس علیہ السلام سے کوئی شخص افضل ہے۔'' اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

باب۳۲: سلف (صالحین) رضی اللہ عنہم کے جو اقوال، عذاب قبر کے اثبات سے متعلق مجھ تک پہنچے ہیں اُن کا ذکر، اور یہ کہ وہ مرنے کے بعد والی سختیوں سے (بہت) ڈرتے تھے۔

۲۱۹) ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے تو میں آپ کے پاس گیا اور کہا: اے امیر المومنین جنت کی خوشخبری ہو۔ آپ اس وقت مسلمان ہوئے جب لوگ کافر تھے۔ جب (عام) لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ دیا تو آپ نے ان کے ساتھ مل کر جہاد کیا اور جب رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے تو وہ آپ سے راضی تھے۔ دو آدمیوں نے بھی آپ کی خلافت کے بارے میں اختلاف نہیں کیا اور آپ شہید ہیں۔ انھوں نے کہا: یہ باتیں (دوبارہ کرو، تو میں نے دوبارہ یہی باتیں کہہ دیں) انھوں نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی الٰہ نہیں! اگر میرے پاس ساری زمین کی دولت، سونا چاندی ہوتے تو میں موت کی سختیوں سے بچنے کے لئے فدیہ دے دیتا۔

....

۲۱۹) اسناده صحيح: وصححه الحاكم (۳/ ۹۲) وابن حبان (الإحسان: ۶۸۵۲).

۲۲۰) عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ آپ کی داڑھی بھیگ جاتی، انھیں کہا گیا کہ آپ جنت اور جہنم کے ذکر کے وقت اتنا نہیں روتے (کہ جتنا) اس قبر سے روتے ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''بے شک قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے۔ جو اس سے بچ گیا تو اس کے بعد آسانی ہی ہے اور جو اس سے نہ بچ سکا تو بعد میں سختی ہی ہے۔''
اور عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے جو منظر بھی دیکھا ہے تو قبر اس سے زیادہ خوفناک ہے۔

۲۲۱) یہی روایت ایک دوسری سند سے مروی ہے جس میں فرمانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہے کہ میں نے جو منظر بھی دیکھا ہے تو قبر اس سے زیادہ خوفناک ہے، اور قولِ عثمان (رضی اللہ عنہ) کی صراحت نہیں ہے۔

۲۲۲) علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں عذاب قبر کے بارے میں مسلسل شک تھا حتی کہ ﴿الھاکم التکاثر﴾ (تمھیں کثرت کی خواہش نے ہلاک کر دیا) نازل ہوئی۔
علی رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ (ح ۱۶۲۔۱۶۶) مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احزاب والے دن مشرکین پر عذاب قبر کی دعا فرمائی تھی۔

۲۲۳) ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک تم میں سے ہر آدمی اپنی قبر میں خوفزدہ حالت میں بٹھایا جاتا ہے، پھر اسے کہا جاتا ہے کہ تو کیا ہے؟ پس اگر وہ مؤمن تھا تو کہتا ہے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں، زندہ حالت میں بھی اور موت میں بھی۔ میں گواہی دیتا

---

۲۲۰) حسن، دیکھئے حدیث سابق: ۳۷

۲۲۱) حسن، دیکھئے حدیث سابق ۳۷، ۲۲۰

۲۲۲) ضعیف، سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورۃ الھاکم التکاثر ح ۳۳۵۵، نے بھی روایت کیا ہے۔ حجاج بن ارطاۃ ضعیف و مدلس راوی ہے۔ اسے محمد بن ابی لیلیٰ نے بھی منہال بن عمرو سے روایت کیا ہے۔ محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ ضعیف راوی ہے۔

۲۲۳) إسناده حسن، مصنف ابن ابی شیبه (۳/ ۳۷۷)

ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور بے شک محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور رسول ہیں تو اس کی قبر جتنی چاہے کھل جاتی ہے، پھر وہ اپنا جنت میں مکان دیکھتا ہے۔ جنت سے اس کے لئے لباس اترتا ہے جسے وہ پہنتا ہے۔ اور کافر تو اسے کہا جاتا ہے: تو کیا ہے؟ تو وہ کہتا ہے: مجھے پتہ نہیں۔ اسے تین دفعہ کہا جاتا ہے کہ تو نے (عقل سے) نہیں سمجھا۔ پھر اس کی قبر اس پر تنگ کر دی جاتی ہے حتی کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں دھنسنے لگتی ہیں۔ اس پر قبر کی (چاروں) اطراف سے سانپ چھوڑ دیے جاتے ہیں جو اسے نوچتے اور کھاتے ہیں۔ پھر جب اسے (بہت) تکلیف ہوتی ہے تو وہ چیختا ہے۔ اسے آگ یا لوہے کے ہتھوڑے کے ساتھ مارا جاتا ہے۔

۲۲۴) یہی روایت ایک دوسری سند سے مروی ہے جس میں پہلے (مومن) کے بارے میں ہے کہ اللہ جتنی چاہتا ہے اس کی قبر کھول دیتا ہے اور جنت کی طرف (سے) اس کے لئے ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ پھر جنت کی خوشبو اس کے پاس آتی ہے حتی کہ اس کو زندہ کر دیا جائے گا۔ اور دوسرے (کافر) کے بارے میں ہے کہ اور جہنم کی طرف (سے) اس کے لئے ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔

۲۲۵) ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری قبر گہری کرنا، اور عاصم جیسی (سابق) حدیث بیان کی۔

۲۲۶) ابوموسیٰ (اشعری رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: مومن کی روح اس حالت میں نکلتی ہے کہ وہ مشک (کستوری) سے زیادہ خوشبودار ہوتی ہے، پھر جو فرشتے اسے قبض کرتے ہیں وہ

....

۲۲۴) إسناده حسن، دیکھئے حدیث سابق: ۲۲۳۔

۲۲۵) صحیح۔

۲۲۶) إسناده حسن.

فائدہ: حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے اس کے راوی، عاصم بن بہدلہ تک ایک دوسری سند بھی ذکر کی ہے۔ (کتاب الروح، ص ۱۵۵)

لے کر (آسمان کی طرف) چڑھتے ہیں۔ آسمان سے نیچے دوسرے فرشتے انھیں ملتے ہیں تو کہتے ہیں: تمہارے ساتھ یہ کون ہے؟ تو وہ کہتے ہیں: فلاں (آدمی) ہے۔ اسے اس کے اچھے عمل (اورنام) کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔ تو وہ کہتے ہیں: تمھیں خوش آمدید ہو اور جو شخص تمہارے ساتھ آیا ہے اسے بھی خوش آمدید ہو۔ پھر اس کے لئے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں تو اس کا چہرہ روشن ہو جاتا ہے، پھر وہ اپنے رب تعالیٰ کے پاس آتا ہے اور اس کا چہرہ سورج کی طرح چمک رہا ہوتا ہے۔ کافر کی روح جب نکلتی ہے تو وہ (گندے) مردار سے بھی زیادہ بدبودار ہوتی ہے۔ پھر اسے قبض کرنے والے فرشتے لے کر جب چڑھتے ہیں تو آسمان سے نیچے انھیں (دوسرے) فرشتے ملتے ہیں جو کہتے ہیں: اسے واپس لے جاؤ، واپس لے جاؤ۔ پس اللہ نے اس پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی: ﴿وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ط﴾
''وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گے جب تک اونٹ سوئی کے ناکے سے نہ گزر جائے۔''

(۷/ الاعراف: ۴۰)

۲۲۷) تمیم بن سلمہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ آپ بیمار تھے تو اس نے کہا: اے ابو درداء! آپ آج، دنیا سے جدائی کے کنارے پر ہیں، لہٰذا مجھے کسی ایسی بات کا حکم دیجئے جسے میں یاد رکھوں اور اللہ مجھے اس سے فائدہ پہنچائے تو انھوں نے فرمایا: تو عافیت میں ہے۔ پس نماز قائم کر، اگر تیرے پاس مال ہے تو اس کی زکوٰۃ ادا کر اور رمضان کے روزے رکھ اور فاحش (بے حیائی کے) کاموں سے بچ جا، پھر تجھے (جنت کی) خوشخبری ہے۔ اس آدمی نے اپنی بات دہرائی تو ابودرداء (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: بیٹھ اور جو میں کہتا ہوں اسے یاد رکھ۔ ایک دن تیرے اوپر ایسا آئے گا

....

۲۲۷) ضعیف، مصنف ابن أبی شیبة (۳/ ۳۷۸، ۳۷۹)، میرے علم کے مطابق تمیم بن غیلان بن سلمہ ثقفی کو ابن حبان (الثقات ۴/ ۸۶) کے علاوہ کسی اور نے ثقہ نہیں کہا، لہٰذا یہ مجہول الحال ہے۔

کہ زمین میں سے تجھے صرف دو ہاتھ چوڑی چار ہاتھ لمبی جگہ ہی میسر آئے گی۔ تیرے گھر والے دوست اور بھائی جو تیری جدائی نہیں چاہتے، وہ تیرے لئے ایک عمارت (یعنی قبر) بنا کر اس پر مٹی زیادہ ڈالیں گے۔ پھر تجھے چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ پھر تیرے پاس کالے، نیلے، گھنگھریالے بالوں والے دو فرشتے آئیں گے جن کے نام منکر اور نکیر ہیں وہ تجھے بٹھا کر سوالات کریں گے۔ تو کیا ہے؟ یا تو کس (دین اور عقیدے) پر تھا؟ یا تو اس آدمی کے بارے میں کیا کہتا ہے۔ پس اگر تو نے یہ کہہ دیا کہ اللہ کی قسم! مجھے پتہ نہیں، میں نے لوگوں کو ایک بات کرتے سنا تو لوگوں کی بات میں نے کہہ دی، تو اللہ کی قسم! تو گر گیا اور ہلاک ہو گیا۔ اور اگر تو نے کہہ دیا: محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، اللہ نے ان پر اپنی کتاب نازل کی تو میں آپ پر اور جو دین آپ لے کر آئے ایمان لے آیا تو اللہ کی قسم! تو بچ گیا اور ہدایت یافتہ بن گیا اور تو اس کی طاقت نہیں رکھے گا۔ مگر صرف اس حالت میں کہ اللہ تجھے ثابت قدم رکھے۔ تو بڑی سختی اور خوفناک حالت دیکھے گا۔

۲۲۸) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ انھوں نے ایک نابالغ بچے پر نماز جنازہ پڑھی، پھر فرمایا: اے اللہ! میں عذاب قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

۲۲۹) عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے فرمایا: بے شک کافر پر اس کی قبر میں ایک گنجا سانپ مسلط کیا جاتا ہے جو اس کے سر سے لے کر اس کے پاؤں تک کا گوشت کھاتا ہے، پھر اسے دوسرا (نیا) گوشت دے دیا جاتا ہے تو وہ پاؤں سے لے کر سر تک کھاتا ہے اور یہی حالت جاری رہتی ہے۔

۲۳۰) اسماء بنت ابی بکر (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ وہ ایک عورت کے پاس حاضر تھیں جو کہ مر رہی تھی تو وہ اسے کہنے لگیں: بے شک تجھ سے تیرے رب اور نبی ﷺ

....

۲۲۸) صحیح، دیکھئے حدیث سابق: ۱۶۰

۲۲۹) إسناده صحیح۔

۲۳۰) إسناده ضعیف جداً، محمد بن عمر الواقدی متروک تھا۔ دیکھئے حدیث سابق: ۱۱، ۴۸

کے بارے میں سوال ہوگا تو تُو اس کا اقرار کرنا (اور مثبت جواب دینا۔)

۲۳۱) ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ انھوں نے آیت: ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اللہ ایمان والوں کو مضبوط قول کے ساتھ دنیا کی زندگی اور آخرت میں ثابت قدم رکھتا ہے۔اور ظالموں کو گمراہ کر دیتا ہے۔'' (۱۴/ ابراھیم: ۲۷) کی تشریح میں فرمایا: جب مومن پر موت (قریب) آتی ہے تو اس کے پاس فرشتے حاضر ہوتے ہیں، اسے سلام کہتے ہیں اور جنت کی خوشخبریاں دیتے ہیں۔ پھر جب وہ فوت ہو جاتا ہے وہ اس کے جنازے کے ساتھ چلتے ہیں، پھر لوگوں کے ساتھ اس کی نماز جنازہ پڑھتے ہیں۔ جب اسے دفن کیا جاتا ہے تو وہ قبر میں بٹھا دیا جاتا ہے۔ اسے کہا جاتا ہے: تیرا رب کون ہے؟

وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے۔ اسے کہا جاتا ہے: تیرا رسول کون ہے؟

وہ کہتا ہے: محمد ﷺ ہیں۔ کہا جاتا ہے: تیری گواہی کیا ہے؟ تو وہ کہتا ہے: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ (معبود) نہیں اور بے شک محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں تو اس کی قبر تا حد نظر کھول دی جاتی ہے اور کافر پر فرشتے نازل ہوتے ہیں تو (اس کی طرف) اپنے ہاتھ پھیلا دیتے ہیں، پھیلانے سے مراد مارنا ہے۔ وہ موت کے وقت ان کے چہروں اور پٹھوں کو مارتے ہیں۔ جب اسے قبر میں داخل کیا جاتا ہے، اسے کہا جاتا ہے: تیرا رب کون ہے؟

وہ کوئی جواب نہیں دیتا۔ اللہ اسے اس کا ذکر بھلا دیتا ہے اور جب اسے کہا جاتا ہے کہ تیری طرف جو رسول بھیجا گیا تھا وہ کون ہے؟ تو اسے نام نہیں آتا۔ وہ انھیں کوئی (صحیح)

---

۲۳۱) اسنادہ ضعیف، عطیہ العوفی، الحسن بن عطیہ بن سعد، الحسین بن الحسن بن عطیہ، سعد بن محمد العوفی اور محمد بن سعد العوفی سب ضعیف راوی ہیں۔ ایک ہی سند میں اتنے ضعیف راویوں کا جمع ہو جانا سند کے سخت ضعیف ہونے کی دلیل ہے۔ ان راویوں پر جروح کے لئے میزان الاعتدال، لسان المیزان اور تہذیب التہذیب وغیرہ کا مطالعہ کریں۔

جواب نہیں دیتا۔ اس کے لئے اللہ فرماتا ہے کہ: ﴿ وَ یُضِلُّ اللّٰہُ الظّٰلِمِیْنَ ﴾ ''اللہ ظالموں کو گمراہ کر دیتا ہے۔''

۲۳۲) ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ ایک دفعہ میں غزوہ ابواء سے واپس لوٹ رہا تھا کہ میں (کچھ) قبروں کے پاس سے گزرا۔ ایک آدمی (اچانک) قبر سے نکل کر میری طرف آیا۔ اسے آگ لگی ہوئی تھی۔ اور اس کی گردن میں ایک زنجیر تھی جسے وہ گھسیٹ رہا تھا اور کہہ رہا تھا: اے عبداللہ! (اللہ کے بندے) مجھے پانی پلاؤ، اللہ تجھے پانی پلائے۔ اللہ کی قسم! مجھے معلوم نہیں کہ اس نے مجھے (پہچان کر) عبداللہ کہا یا ویسے ہی کہہ دیا جیسے ایک آدمی دوسرے آدمی کو: اے اللہ کے بندے! کہہ کر پکارتا ہے۔ اس شخص کے پیچھے ایک کالا شخص نکلا جس کے ہاتھ میں کانٹوں والی ٹہنی تھی اور وہ کہہ رہا تھا: اے عبداللہ! اسے پانی نہ پلانا کیونکہ یہ کافر ہے۔ پھر اس (کالے) شخص نے اسے پکڑ لیا۔ اس کی زنجیر لے کر اس ٹہنی سے اسے مارتا ہوا دوبارہ قبر میں لے گیا۔ میں ان دونوں کی طرف دیکھ رہا تھا حتی کہ وہ قبر میں غائب ہو گئے۔ یہ قصہ ایک دوسری سند سے بھی مروی ہے اور صحیح آثار کافی ہیں۔

۲۳۳) انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے ایک آدمی نے کہا: اے ابوحمزہ! بے شک کچھ لوگ عذاب قبر کا انکار (تکذیب) کرتے ہیں تو انھوں نے فرمایا: پس تم ان لوگوں کے پاس نہ بیٹھو۔ اور راوی نے (لمبی) حدیث بیان کی۔

۲۳۴) الحسن بن ابی الحسن البصری (تابعی) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے سفید خچر پر (جا رہے) تھے کہ وہ بدک گیا تو آپ نے فرمایا: ''(یہ) بدک گیا ہے اور

---

۲۳۲) إسناده حسن، کتاب الروح (ص ۹۳، ۹۴) میں اس کے شواہد ہیں۔
تنبیہ: دوسری سند والی روایت معجم ابی یعلی الموصلی (ص ۱۰٤) میں ہے اس میں عمرو بن دینار قہرمان آل زبیر ضعیف ہے۔

۲۳۳) إسناده صحیح.

۲۳٤) یہ روایت ارسال کی وجہ سے ضعیف ہے، تاہم اس مفہوم کی صحیح احادیث گزر چکی ہیں۔

کسی بڑی بات سے نہیں ۔ یہ اس آدمی سے بدکا ہے جسے چغلی کی وجہ سے قبر میں عذاب ہورہا ہے اور دوسرے کو غیبت کی وجہ سے عذاب ہورہا ہے۔''

۲۳۵) اسی سند کے ساتھ ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ بے شک دو آدمیوں پر قبر میں عذاب ہو رہا تھا، ان کے ہمسایوں نے اس کی شکایت رسول اللہ ﷺ سے کی تو آپ نے فرمایا: ''دوٹہنیاں لے کر ہر ایک قبر میں رکھ دو، جب تک یہ تازہ (سبز) رہیں گی ان کا عذاب اٹھ جائے گا (یعنی موقوف رہے گا۔)'' اُن سے پوچھا گیا کہ انھیں کس وجہ سے عذاب ہوا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ''چغلی اور پیشاب کی وجہ سے۔''

۲۳۶) اسی سند کے ساتھ سعید (ابن ابی عروبہ) سے روایت ہے کہ قتادہ (تابعی) نے فرمایا: (مسلمانوں کے لئے) عذاب قبر تین چیزوں سے ہوتا ہے۔ غیبت، چغلی اور پیشاب سے، ہر ایک کا حصہ ایک تہائی ہے۔

۲۳۷) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''بے شک عذابِ قبر کے تین اسباب ہیں: غیبت، چغلی اور پیشاب اور تم ان تین چیزوں سے بچو۔''

(بیہقی نے کہا:) صحیح روایت قتادہ والی ہے (جو رقم: ۲۳۶ کے تحت گزر چکی ہے) اور اس معنی کی صحیح احادیث پہلے گزر چکی ہیں۔

۲۳۸) یزید بن عبداللہ بن الشخیر (تابعی) سے روایت ہے کہ آدمی ایک زمین کے کسی حصے میں چل رہا تھا کہ وہ ایک قبر تک پہنچا تو اس نے قبر والے کو ''آہ آہ'' کرتے سنا، پھر وہ اس کی قبر پر کھڑے ہو گئے تو کہا: تجھے تیرے عمل نے ذلیل کر دیا اور تو ذلیل ہو گیا۔

ترجمہ ختم (۲۳/ اگست ۲۰۰۲)

الریاض: جزیرۃ العرب

....

۲۳۵) اسنادہ ضعیف، سعید بن ابی عروبہ مدلس ہیں اور عن سے روایت کر رہے ہیں، نیز یہ مرسل بھی ہے۔

۲۳۶) اسنادہ ضعیف، سعید بن ابی عروبہ عن سے روایت کر رہے ہیں، نیز دیکھئے حدیث سابق: ۲۳۵۔

۲۳۷) موضوع، ابو مطیع البلخی سخت ضعیف بلکہ متہم ہے، باقی سند میں بھی نظر ہے۔

۲۳۸) اسنادہ صحیح.

تحقیق وتنقید

سیاہ خضاب کی شرعی حیثیت

حافظ ندیم ظہیر

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی رسولہ الأمین ، أما بعد:

اسلاف کے متفقہ فہم سے کسی کو انکار نہیں کیونکہ قرآن و حدیث کا وہی مفہوم معتبر ہے جو سلف صالحین یعنی صحابہ کرام، تابعین اور ائمہ دین سے لیا جائے، لیکن ان کے فہم میں اگر اختلاف ہو جائے تو پھر درج ذیل باتیں ملحوظ رہنی چاہئیں:

① اختلاف کی صورت میں انھیں اسلاف کے موقف کو ترجیح ہوگی جن کے اقوال و افعال کتاب وسنت کی تفسیر وتشریح میں یا ان کے قریب تر ہوں گے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ﴿۵۹﴾﴾

''پھر اگر تم کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے زیادہ اچھا ہے۔'' (٤/ النسآء : ٥٩)

② واضح اور صریح دلائل کے خلاف اگر سلف صالحین میں سے کسی کا قول یا فعل ہوگا تو اسے ان کی لاعلمی پر محمول کیا جائے گا کیونکہ یہ لازم نہیں کہ ہر ایک کو ہر بات کا علم ہو۔ دیکھئے التمهید لابن عبد البر (١/ ١٥٩ ،) وغیرہ۔

حافظ ابوبکر الحازمی رحمہ اللہ (متوفی ۵۸۴ھ) مرد کے لیے سونے کی حرمت ثابت کرنے کے بعد فرماتے ہیں: رہا براء بن عازب (رضی اللہ عنہ) کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم (کی وفات) کے بعد (سونے کی) انگوٹھی استعمال کرنا اور اسے پہننا تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انھیں اس کی ممانعت کے بارے میں علم نہیں ہو سکا اور یہی عذر طلحہ، سعد اور صہیب (رضی اللہ عنہم) کی

طرف سے ہے جو انھوں نے سونے کی انگوٹھیاں پہنیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ فی الحدیث ۲/ ۸۰۵)

تنبیه: ...... ہمارے نزدیک سیّدنا براء رضی اللہ عنہ کا انگوٹھی پہننا، محمد بن مالک الجوزجانی ضعیف کی وجہ سے غیر ثابت ہے۔ (مسند احمد ۴/ ۲۹۴)

۳ ایک دو کے مقابلے میں جمہور کے فہم کو ترجیح ہوگی۔

۴ اگر کسی مسئلے میں اسلاف کے دو طرح کے اقوال ہوں تو اپنے مقصود کو فہم سلف قرار دینا اور دوسرے کو یکسر نظر انداز کرنا یا اس کی تحقیر کرنا غیر مناسب ہے، بلکہ دونوں میں سے جو کتاب وسنت کے زیادہ قریب ہو اسی کو راجح قرار دینا چاہیے۔

۵ کتاب وسنت کے صریح دلائل کے مقابلے میں سلف صالحین کے شاذ اقوال غیر مقبول ہیں، مثلاً: رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ نہ رکھنا وغیرہ۔

حافظ عثمان بن سعید الدارمی رحمہ اللہ (متوفی ۲۸۰ھ) نے فرمایا:

"إِنَّ الَّذِي يُرِيْدُ الشُّذُوذَ عَنِ الْحَقِّ يَتَّبِعُ الشَّاذَ مِنْ قَوْلِ الْعُلَمَاءِ وَيَتَعَلَّقُ بِزَلَّاتِهِمْ، وَالَّذِي يَؤُمُّ الْحَقَّ فِي نَفْسِهِ يَتَّبِعُ الْمَشْهُوْرَ مِنْ قَوْلِ جَمَاعَتِهِمْ وَيَنْقَلِبُ مَعَ جُمْهُوْرِهِمْ، فَهُمَا آيَتَانِ بَيِّنَتَانِ يُسْتَدَلُّ بِهِمَا عَلَى اتِّبَاعِ الرَّجُلِ وَعَلَى ابْتِدَاعِهِ"

"بلاشبہ جو شخص حق سے روگردانی کرنا چاہتا ہے وہ علماء کے اقوال میں سے شاذ قول کی پیروی کرتا ہے اور ان کی غلطی کو حجت بنالیتا ہے اور جو شخص حق کا طالب ہوتا ہے وہ علماء کے مشہور (ومقبول) قول کی پیروی کرتا ہے اور جمہور علماء کا ساتھ دیتا ہے۔ یہ دو نشانیاں بڑی واضح ہیں ان کے ذریعے سے متبع اور مبتدع شخص کو (بآسانی) پہچانا جاسکتا ہے۔"

(الرد علی الجهمية / عقائد السلف ص ۲۳۷)

قارئین کرام! اس تمہید کو ذہن نشین کرنے کے بعد سیاہ خضاب کی ممانعت کے

دلائل، ان پر اعتراضات اور ان کے جوابات ملاحظہ کریں۔

سیاہ خضاب کی ممانعت کے دلائل

دلیل (۱): ......سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن سیّدنا ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کو لایا گیا، ان کے سر اور داڑھی کے بال سفیدی ثغامہ کی طرح تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس (سفیدی) کو کسی چیز سے بدل دو اور سیاہ رنگ سے اجتناب کرو۔'' (صحیح مسلم: ۷۸/ ۲۱۰۲)

۱ اس حدیث پر علامہ نووی رحمہ اللہ نے بایں الفاظ باب قائم کیا ہے: ''بَابُ اسْتِحْبَابِ خِضَابِ الشَّيْبِ بِصُفْرَةٍ وَحُمْرَةٍ وَتَحْرِيْمِهِ بِالسَّوَادِ'' سفید بالوں کو سرخ و زرد رنگ سے رنگنا مستحب ہے اور سیاہ رنگ سے رنگنا ممنوع ہے۔

۲ امام نسائی رحمہ اللہ نے اس حدیث پر یوں باب قائم کیا: ''النَّهْيُ عَنِ الْخِضَابِ بِالسَّوَادِ'' سیاہ خضاب کی ممانعت کا بیان۔

(سنن النسائی قبل حدیث: ۵۰۷۹)

۳ امام ابوعوانہ رحمہ اللہ نے ان الفاظ کے ساتھ باب قائم کیا: ''......وَحَظْرِ الْخِضَابِ بِالسَّوَادِ'' یعنی سیاہ خضاب سے ممانعت کا بیان۔

(مستخرج أبی عوانہ ٤/ ٣٠٩)

۴ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''ذِكْرُ الزَّجْرِ عَنِ اخْتِضَابِ الْمَرْءِ السَّوَادَ'' آدمی کو سیاہ خضاب لگانے کی ممانعت۔

(صحیح ابن حبان ۱۲/ ۲۸۵، الرسالة)

۵ امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے بھی اس سے ''كَرَاهَةُ الْخِضَابِ بِالسَّوَادِ'' مراد لیا ہے، یعنی سیاہ خضاب کی کراہت کا بیان۔

(الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع ۱/ ۳۸۰)

درج بالا محدثین نے اس حدیث سے سیاہ خضاب کی ممانعت پر استدلال کیا ہے،

اب اگر کوئی اس کے باوجود بھی اسے استحباب پر محمول سمجھے تو یہ فہم سلف سے اعراض نہیں تو کیا ہے؟

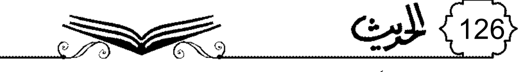
اعتراض: ...... ''اس حدیث میں دو باتوں کا حکم موجود ہے، ایک بالوں کو رنگنے کا اور دوسرے سیاہ خضاب سے بچنے کا۔ جس طرح بہت سے اسلاف بالوں کو نہیں رنگتے تھے اور ان کے فہم و عمل کی بنا پر بالوں کو رنگنا فرض نہیں، اسی طرح بہت سے اسلاف سیاہ خضاب لگاتے تھے اور اس کی اجازت بھی دیتے تھے، لہٰذا سلف کے فہم و عمل کی بنا پر سیاہ خضاب بھی حرام نہیں۔''

ازالہ: ...... یہ کہنا درست نہیں کہ محض اسلاف کے فہم و عمل کی بنا پر بالوں کو رنگنا فرض نہیں کیونکہ اس بارے میں علیحدہ سے مرفوع احادیث بھی موجود ہیں جن سے استدلال کی بنیاد پر بعض سلف صالحین نے بالوں کو رنگنا ترک کیا، جیسا کہ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دس کاموں کو ناپسند کرتے تھے...... ان میں سے ایک ''تَغيِير الشَّيْبِ'' بھی ہے، یعنی سفید بالوں کو رنگنا۔ دیکھئے سنن ابی داود: ۴۲۲۲، سنن النسائی: ۵۰۹۱ وسندہ حسن۔

اسی طرح امام ابن ماجہ رحمہ اللہ تین مرفوع احادیث سے استدلال کرتے ہوئے درج ذیل باب قائم کرتے ہیں: ''بَابُ مَنْ تَرَكَ الْخِضَابَ'' خضاب ترک کرنے کا بیان۔ (سنن ابن ماجہ قبل حدیث: ۳۶۲۸)

جس سے واضح ہوجاتا ہے کہ بال نہ رنگنے کے علیحدہ سے دلائل موجود ہیں، جبکہ سیاہ خضاب لگانے کے بارے میں ایک بھی مرفوع حدیث نہیں، لہٰذا خلط مبحث کے ذریعے سے دو کو ایک حکم میں بدلنا مذموم عمل ہے۔ نیز ''وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ'' سے سلف صالحین نے سیاہ خضاب کی ممانعت ہی مراد لی ہے، جیسا کہ گزر چکا ہے۔

تنبیہ: ......بعض الناس نے بہت بڑا دعویٰ کیا ہے کہ ''اسلافِ امت اور محدثین کرام میں سے کوئی بھی سیاہ خضاب کی ممانعت و حرمت کا قائل نہیں۔'' اس دعویٰ کی



حقیقت عیاں ہو چکی ہے، نیز آنے والے صفحات کا مطالعہ کیجیے۔

دلیل (۲): ......سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((یَکُوْنُ قَوْمٌ یَخْضِبُوْنَ فِي آخِرِ الزَّمَانِ بِالسَّوَادِ، کَحَوَاصِلِ الْحَمَامِ، لَا یَرِیْحُوْنَ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ))

''آخری زمانے میں ایسے لوگ ہوں گے جو سیاہ خضاب سے اپنے بال رنگیں گے، جیسے کبوتروں کے سینے ہوتے ہیں۔ وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائیں گے۔''

(سنن أبی داود: ٤٢١٢، سنن النسائی: ٥٠٧٨ وسنده صحیح)

اعتراض: ......''بعض لوگ اس حدیث پاک سے سیاہ خضاب کی ممانعت و حرمت پر دلیل لیتے ہیں، لیکن ان کا یہ استدلال کمزور ہے............ اہل علم نے اس حدیث کا یہ معنی و مفہوم بیان نہیں کیا۔''

ازالہ: ......مطلق طور پر یہ کہنا کہ اہل علم نے اس حدیث سے سیاہ خضاب کی ممانعت مراد نہیں لی بالکل مردود ہے کیونکہ اہل علم کی ایک جماعت اسے سیاہ خضاب پر ممانعت کی دلیل سمجھتی ہے۔

① امام ابن سعد رحمہ اللہ نے اس حدیث پر ان الفاظ کے ساتھ باب قائم کیا: ''ذِکْرُ مَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَأَصْحَابُهُ فِي تَغْيِيرِ الشَّيْبِ وَكَرَاهَةِ الْخِضَابِ بِالسَّوَادِ'' (الطبقات لابن سعد ١/ ٣٧٨) یعنی ابن سعد رحمہ اللہ اسے ممانعت کی دلیل سمجھتے ہیں۔

② امام نسائی رحمہ اللہ نے بایں الفاظ باب باندھا: ''اَلنَّهْيُ عَنِ الْخِضَابِ بِالسَّوَادِ'' سیاہ خضاب کرنے کی ممانعت۔

(سنن النسائی قبل حدیث: ٥٠٧٨)

﴿۳﴾ جلیل القدر تابعی امام مجاہد بن جبر رحمہ اللہ نے فرمایا: "يَكُوْنُ فِي آخِرِ الزَّمَنِ قَوْمٌ يَصْبُغُوْنَ بِالسَّوَادِ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ إِلَيْهِمْ أَوْ قَالَ: لَا خَلَاقَ لَهُمْ" آخری زمانے میں ایسے لوگ ہوں گے جو سیاہ خضاب لگائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی طرف نہیں دیکھے گا یا فرمایا: ان کے لیے (آخرت میں کوئی) حصہ نہیں ہے۔

(جامع معمر بن راشد ۱۱/ ۱۵۵ وسنده صحيح)

﴿۴﴾ امام ابن ابی خیثمہ رحمہ اللہ یہ حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "أَنَّهُ كَرِهَ الْخِضَابَ بِالسَّوَادِ" یعنی وہ (ابن ابی رواد) سیاہ خضاب کو ناپسند کرتے تھے۔ (التاريخ الكبير لابن أبي خيثمة ۱/ ۲۶۳)

﴿۵﴾ امام منذری رحمہ اللہ نے بایں الفاظ باب قائم کیا ہے: "التَّرْهِيْبُ مَنْ خَضَبَ اللِّحْيَةَ بِالسَّوَادِ" جس شخص نے داڑھی کو سیاہ خضاب کیا اس کے لیے وعید۔

(الترغيب والترهيب ۳/ ۸۶)

﴿۶﴾ علاوہ ازیں جمہور محدثین کا اس حدیث کو "باب في الخضاب" وغیرہ کے تحت بیان کرنا، اس بات کی دلیل ہے کہ ان سب کے نزدیک اس حدیث سے مقصود سیاہ خضاب کی ممانعت ہی ہے نہ کہ کسی قوم کی علامت بتانا۔ جیسا کہ امام ابوداود رحمہ اللہ نے اس حدیث پر: "مَا جَاءَ فِي خِضَابِ السَّوَادِ" کے الفاظ کے ساتھ باب قائم کیا ہے۔ (سنن أبي داود قبل حديث : ۴۲۱۲)

تنبیہ: ......جن بعض علماء ومحدثین نے اس حدیث کو کتاب الفتن (السنن الواردة في الفتن لأبي عمرو الداني: ۳۱۹) یا اشراط الساعۃ میں نقل کیا ہے، اس سے محض یہ مراد ہے کہ جوں جوں قیامت قریب آئے گی یہ معصیت عام اور زیادہ ہوتی چلی جائے گی، جیسا کہ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بلاشبہ یہ علاماتِ قیامت میں سے ہے کہ علم اٹھالیا جائے گا اور جہالت پھیل جائے گی (کھلم کھلا) شراب پی جائے گی اور زنا پھیل جائے گا۔" (صحيح البخاري : ۸۰، صحيح مسلم : ۶۷۸۵)

معلوم شد کہ شراب پینے اور زنا کا ارتکاب ہر دور میں ہوتا آیا ہے۔

﴿۶﴾ حافظ محمد بن علی بن الحسن، الحکیم الترمذی رحمہ اللہ (متوفی ۳۲۰ھ) نے اس حدیث کو اپنی کتاب "المنہیات" یعنی ممنوعاتِ شرعیہ میں بیان کیا ہے۔ (ص ۱۹۹)

اعتراض: ...... "مشہور محدث، امام ابوبکر ابن ابی عاصم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث میں سیاہ خضاب کی کراہت پر کوئی دلیل نہیں۔ اس میں تو ایک قوم کے بارے میں خبر دی گئی ہے، جن کی نشانی یہ ہوگی۔ (فتح الباری ۱۰/ ۳۵٤)"

ازالہ: ...... واضح نصوص اور سلف کے مفہوم کے بعد ہم یہ عرض کرنے کی جسارت کر رہے ہیں کہ ہمارے جیسے ادنیٰ طالب علموں کے لیے یہ تاویل کچھ ادھوری سی ہے! وہ اس طرح کہ قوم کی نشانی تو موجود ہے لیکن اس معصیت و نافرمانی کا ذکر نہیں جس وجہ سے وہ جنت کی خوشبو سے محروم ہوں گے......؟؟

علماء وطلباء پر قرآن وحدیث کا اسلوب واضح ہے کہ عموماً جب کسی قوم کو جنت کی نوید یا عذاب کی وعید سنائی جاتی ہے تو ساتھ ان افعالِ محمودہ یا مذمومہ کا ذکر بھی ہوتا ہے جس وجہ سے وہ ان کے مستحق ہوئے، تاکہ دیگر لوگ اس سے نصیحت حاصل کریں، مثلاً خارجیوں کی علامات کے ساتھ ساتھ ان کے قبیح اعمال کا تذکرہ بھی کتبِ احادیث میں موجود ہے، چنانچہ سابقہ صفحات پر مذکور دلائل سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اس حدیث میں جس قوم کا ذکر ہے وہ کسی اور گناہ کی وجہ سے نہیں بلکہ سیاہ خضاب کی وجہ سے ہی جنت کی خوشبو سے محروم رہے گی۔ **والعیاذ باللہ**

اعتراض: ...... "مذکورہ حدیث میں موجود وعید سیاہ خضاب کی وجہ سے نہیں، ورنہ "آخری زمانے" کی قید کا کیا معنیٰ؟ سیاہ خضاب کا استعمال کرنے والے تو صحابہ کرام سے لے کر ہر دور میں موجود رہے ہیں۔"

ازالہ: ...... یہ اعتراض طفل تسلی سے بڑھ کر اور کچھ نہیں۔ ہم یہ واضح کر چکے ہیں کہ آخری زمانے میں چونکہ اس فعل کی بہتات ہوگی، اس لیے اس کی نسبت آخری

زمانے یا قربِ قیامت سے کی گئی ہے۔ اس کا یہ معنی قطعاً نہیں کہ پہلے ادوار میں اس فعل کا وجود سرے سے تھا ہی نہیں۔

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آخری زمانے میں (ایسے) دجال کذاب ہوں گے جو تمھارے پاس وہ احادیث لائیں گے جو تم نے (پہلے) سنی ہوں گی نہ تمھارے آباء نے، لہٰذا تم ان سے دور رہنا کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کر دیں اور تمھیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔'' (صحیح مسلم : ۷)

معترض کا اس حدیث کے بارے میں کیا خیال ہے؟ کیا یہ صرف آخری زمانے کے ساتھ خاص ہے؟ ہرگز نہیں، عہدِ نبوت کے بعد سے لے کر اب تک ہر دور میں ایسے کذاب آتے رہے جو روایتوں کو گھڑ کر لوگوں میں عام کرتے رہے ہیں اور یہ ایسی حقیقت ہے جس سے انکار ممکن نہیں، پھر سیاہ خضاب سے متعلق ''یَکُوْنُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ'' کی بنا پر آخری زمانے کے ساتھ خاص ہو اور صحیح مسلم کی حدیث ''یَکُوْنُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ'' کے باوجود عام کیوں؟ جب ان الفاظ کے باوجود یہ ہر دور کو محیط ہے تو سیاہ خضاب سے متعلق حدیث کو مقید کیوں کیا جا رہا ہے؟

سلف صالحین اور سیاہ خضاب

۱ ...... جلیل القدر تابعی امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا ہے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۱/ ۵۹ وسندہ حسن، خالد بن ابی ایوب حسن الحدیث ہیں، انھیں ابن حبان نے ثقہ کہا اور ابن خزیمہ، حاکم اور ذہبی نے ان کی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔)

انھوں نے عہدِ صحابہ میں جو مشاہدہ کیا اس کی روشنی میں فرماتے ہیں: ''هُوَ مِمَّا أَحْدَثَ النَّاسُ، قَدْ رَأَیْتُ نَفَرًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، فَمَا رَأَیْتُ أَحَدًا مِّنْهُمْ یَخْتَضِبُ بِالْوَسْمَةِ مَا کَانُوْا یَخْضِبُوْنَ إِلَّا بِالْحِنَّاءِ وَالْکَتَمِ وَهٰذِهِ الصُّفْرَةِ'' لوگوں نے یہ نیا طریقہ اختیار کر لیا ہے، میں نے رسول

اللہ ﷺ کے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی ایک جماعت دیکھی ہے ان میں سے کوئی بھی سیاہ خضاب نہیں لگاتا تھا۔ وہ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) تو صرف مہندی اور کتم (کو باہم ملا کر) اور اس زرد رنگ سے خضاب لگاتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبة ۸/ ۴۳۸ ح ۲۵۵۱۶ وسنده صحیح)

اعتراض: ......"امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ نے اپنے علم کے مطابق یہ بیان دیا ہے، جبکہ صحابہ کرام کی ایک جماعت سے سیاہ خضاب کا استعمال ثابت ہے۔ امام عطاء رحمہ اللہ نے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نہیں دیکھا ہوگا جو سیاہ خضاب استعمال کرتے تھے۔"

ازالہ: ...... بالکل امام عطاء رحمہ اللہ نے اپنے علم اور مشاہدے کے مطابق ہی بیان دیا ہے جس سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سیاہ خضاب کا رجحان نہیں تھا۔ حیرت ہے! تقریباً دوسو کے مقابلے میں تین کو جماعت قرار دے کر جلیل القدر تابعی کی گواہی کو کنارے لگایا جارہا ہے۔ جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقابلے میں جن بعض صحابہ نے سیاہ خضاب استعمال کیا ہے ہم اسے لاعلمی پر محمول کریں گے کہ ممکن ہے ان تک اس کی ممانعت والی حدیث پہنچی ہی نہ ہو۔ واللہ اعلم

۲ ......جلیل القدر تابعی امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے فرمایا: "یَکْسُو اللّٰهُ الْعَبْدَ فِی وَجْهِهِ النُّوْرَ ثُمَّ یُطْفِئُهُ بِالسَّوَادِ" اللہ تعالیٰ بندے کے چہرے کو پُر نور کرتا ہے تو بندے سیاہ خضاب کے ذریعے سے اس نور کو بجھا دیتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبة ۸/ ۴۳۹، ح ۲۵۵۲۲ وسنده صحیح)

اعتراض: ......"خضاب بالوں کو لگایا جاتا ہے، چہرے کو نہیں۔ مہندی اور کتم ملا کر خضاب لگایا جائے تو زرد سا رنگ نکلتا ہے اور یہ سنت سے بھی ثابت ہے۔ کیا کہا جاسکتا ہے کہ بندے نے نورانی چہرے کو زرد کرلیا؟ ......لہٰذا یہ قول ناقابل التفات ہے۔"

ازالہ: ...... یہ اعتراض کسی اہل علم کو زیب نہیں دیتا کیونکہ قرآن وحدیث میں چہرے کو نمایاں حیثیت حاصل ہے اور جب نیکی بتانا مقصود ہو تو روشن چہرے سے تشبیہ

دی جاتی ہے اور اگر برائی سے متعلق بتانا مقصود ہو تو سیاہ چہرے یا بے نور چہرے کی مثال دی جاتی ہے، چونکہ امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ کے نزدیک سیاہ خضاب سے بچنا نیکی اور اسے استعمال کرنا گناہ ہے، لہٰذا انھوں نے قرآن و حدیث والا ہی اسلوب اختیار کیا ہے۔ قرآن مجید سے اس کی چند مثالیں پیشِ خدمت ہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ ۖ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوهَهُمْ قَتَرٌ وَلَا ذِلَّةٌ ۚ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢٦﴾ ﴾

''جن لوگوں نے نیکی کی ان کے لیے اچھا بدلہ اور کچھ زیادہ ہے اور ان کے چہروں کو نہ کوئی سیاہی ڈھانپے گی اور نہ کوئی ذلت، یہی لوگ جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''

﴿ وَالَّذِينَ كَسَبُوا السَّيِّئَاتِ جَزَاءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۖ مَا لَهُم مِّنَ اللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ ۖ كَأَنَّمَا أُغْشِيَتْ وُجُوهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ اللَّيْلِ مُظْلِمًا ۚ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢٧﴾ ﴾

''اور جن لوگوں نے برائیاں کمائیں، کسی بھی برائی کا بدلہ اس جیسا ہوگا اور انھیں بڑی ذلت ڈھانپے گی، انھیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا، گویا ان کے چہروں پر رات کے بہت سے ٹکڑے اوڑھا دیے گئے ہیں، جبکہ وہ اندھیری (رات) ہے۔ یہی لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔'' (۱۰/ یونس : ۲۶، ۲۷)

اسی طرح اللہ رب العزت نے فرمایا:

﴿ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَكَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿١٠٦﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ فَفِي رَحْمَةِ اللَّهِ ۖ هُمْ

فِيهَا خٰلِدُوْنَ ﴿١٠٧﴾

''جس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے تو وہ لوگ جن کے چہرے سیاہ ہوں گے، کیا تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا؟ لہٰذا (اب) عذاب چکھو، اس بنا پر کہ تم کفر کیا کرتے تھے اور رہے وہ لوگ جن کے چہرے سفید ہوں گے، پس وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔'' (٣/ ال عمران : ١٠٦ ، ١٠٧)

نیز فرمایا:

﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿٢٢﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿٢٣﴾ وَ وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍۭ بَاسِرَةٌ ﴿٢٤﴾ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿٢٥﴾﴾

''اس دن کئی چہرے تر وتازہ ہوں گے، اپنے رب کی طرف دیکھنے والے اور کئی چہرے اس دن بگڑے ہوئے ہوں گے، وہ یقین کریں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑنے والی (سختی) کی جائے گی۔''

(٧٥/ القیٰمۃ : ٢٢۔٢٥)

ان آیات میں غور وفکر کرنے سے امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ کے قول کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔ ان شاء اللہ

باقی رہا معترض کا یہ کہنا کہ ''مہندی اور کتم ملا کر خضاب لگایا جائے تو زرد سا رنگ نکلتا ہے اور یہ سنت سے بھی ثابت ہے۔ کیا کہا جا سکتا ہے کہ بندے نے نورانی چہرے کو زرد کر لیا؟''

تو عرض ہے کہ قطعاً نہیں، کیونکہ معترض کو بھی تسلیم ہے کہ ''یہ سنت سے بھی ثابت ہے'' اور سنت کی پیروی تو روزِ قیامت چہرے روشن ہونے کا ذریعہ ہے نہ کہ زرد......

البتہ سیاہ خضاب سنت سے ثابت نہیں، لہٰذا امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا قول قابلِ التفات ہی ہے۔ تدبر جداً

③ ......جلیل القدر تابعی امام مجاہد بن جبر رحمہ اللہ نے فرمایا: "یَکُوْنُ فِي آخِرِ الزَّمَنِ قَوْمٌ یَصْبُغُوْنَ بِالسَّوَادِ لَا یَنْظُرُ اللّٰهُ إِلَیْهِمْ أَوْ قَالَ: لَا خَلَاقَ لَهُمْ" آخری زمانے میں ایسے لوگ ہوں گے جو سیاہ خضاب لگائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی طرف نہیں دیکھے گا، یا فرمایا: ان کے لیے (آخرت میں کوئی) حصہ نہیں ہے۔

(جامع معمر بن راشد ۱۱/ ۱۵۵ وسندہ صحیح)

④ ......جلیل القدر تابعی امام مکحول رحمہ اللہ نے سیاہ خضاب کو مکروہ کہا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ۸/ ۴۳۸ ح ۲۵۵۱۹ وسندہ صحیح)

⑤ ......امام ابوقلابہ رحمہ اللہ کا سیاہ خضاب سے رجوع: بعض الناس نے امام ابوقلابہ رحمہ اللہ کو ان تابعین میں شمار کیا ہے جو سیاہ خضاب لگاتے تھے، حالانکہ امام موصوف رحمہ اللہ کا سیاہ خضاب ترک کر دینا ثابت ہے۔

امام خالد بن مہران الحذاء نے فرمایا: "کَانَ أَبُوْ قِلَابَةَ یَخْضِبُ بِالْوَسْمَةِ ثُمَّ تَرَکَهَا بَعْدَ ذٰلِكَ" ابوقلابہ (رحمہ اللہ پہلے) سیاہ خضاب لگاتے تھے، پھر انھوں نے اسے استعمال کرنا چھوڑ دیا۔

(تہذیب الآثار، الجزء المفقود ص ۴۷۹ وسندہ صحیح)

جلیل القدر تابعی رحمہ اللہ کا رجوع اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک سیاہ خضاب مسنون یا مستحب نہیں اور ممکن ہے کہ انھوں نے ممانعت والی حدیث پہنچنے کے بعد ہی اسے ترک کیا ہو۔ واللہ اعلم

⑥ ......امام عبدالعزیز بن ابی رواد رحمہ اللہ نے فرمایا: "اَلصُّفْرَةُ خِضَابُ الْإِیْمَانِ وَالْحُمْرَةُ خِضَابُ الْإِسْلَامِ وَالسَّوَادُ خِضَابُ الشَّیْطَانِ" زرد رنگ ایمان کا خضاب، سرخ رنگ اسلام کا خضاب اور سیاہ خضاب شیطان کا ہے۔

(تاریخ ابن ابی خیثمۃ ۱/ ۲۶۲ وسندہ صحیح)

اعتراض:...... "یہ شاذ قول ہے جس میں عبدالعزیز کا کوئی سلف نہیں۔"

ازالــــہ: ...... یہ شاذ نہیں بلکہ واضح نصوص اور اسلاف کے مفہوم کی ترجمانی ہے کیونکہ ایمان و اسلام کی تعلیم صرف زرد و سرخ خضاب ہے اور سیاہ خضاب سے بچنے کا حکم ہے، چونکہ سیاہ خضاب استعمال کرنا معصیت و نافرمانی ہے اس لیے اس کی نسبت شیطان کی طرف کی گئی ہے۔

۷...... ایوب بن النجار کہتے ہیں: میں نے یحییٰ بن أبی کثیر (رحمہ اللہ) کو دیکھا انھوں نے اپنی داڑھی کو پکڑ کر فرمایا: "مَا أُحِبُّ أَنِّي سَوَّدْتُهَا وَأَنَّ لِي بِكُلِّ شَعْرَةٍ دِيْنَارًا" مجھے یہ پسند نہیں کہ میں اسے سیاہ خضاب لگاؤں، اگرچہ مجھے ہر بال کے بدلے میں ایک دینار ملے۔ ایوب فرماتے ہیں: آپ کی داڑھی سرخ تھی۔

(تهذيب الآثار، الجزء المفقود ص ٤٨٢ ، وسنده صحيح)

۸...... محمد بن احمد بن ابی موسیٰ الشریف البغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۲۸ھ) کے نزدیک بالوں کو سیاہ کرنا مکروہ ہے۔ (الإرشاد إلى سبيل الرشاد ص ٥٣٤)

سلف کے اقوال و افعال سے متعلق بعض غلط فہمیاں اور ان کا ازالہ

غلط فہمی: ...... "درج ذیل تابعین کرام بھی سیاہ خضاب لگاتے تھے: ......

ابوبکر، محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب، زہری، مدنی (م: ۱۲۵ھ)

(جامع معمر بن راشد: ۱۱/ ۱۵۵ وسنده صحيح)"

ازالہ: ...... اس روایت کی سند صحیح نہیں بلکہ ضعیف ہے کیونکہ عبد الرزاق اسے معمر سے بیان کر رہے ہیں اور عبد الرزاق مدلس ہیں، جبکہ انھوں نے سماع کی صراحت بھی نہیں کی، لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے، اسے "وسنده صحيح" کہنا اور اپنے موقف میں پیش کرنا درست نہیں۔

غلط فہمی: ...... "ابوعبد اللہ، بکر بن عبد اللہ، مزنی بصری (م: ۱۰۶ھ)

الطبقات الكبرىٰ لابن سعد ۷/ ۱۵۸ وسنده صحيح"

ازالہ: ...... امام ابوبکر محمد بن واسع (ثقہ، عابد، کثیر المناقب) نے فرمایا: "رَأَيْتُ

بَكْرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُزَنِيَّ يُصَفِّرُ لِحْيَتَهُ" میں نے بکر بن عبداللہ المزنی کو دیکھا، انھوں نے اپنی داڑھی کو زرد خضاب کیا ہوا تھا۔

(تهذيب الآثار، الجزء المفقود ص ٤٧٤، ٤٧٥ وسنده صحيح)

اس اثر کے بعد دو باتیں واضح ہیں:

- امام بکر بن عبداللہ المزنی رحمہ اللہ نے سیاہ خضاب سے رجوع کر لیا تھا۔
- سیاہ خضاب کے راوی زیاد بن أبی مسلم مختلف فیہ بھی ہیں اور اپنے سے اوثق ابوبکر محمد بن واسع کی مخالفت بھی کر رہے ہیں، لہٰذا سیاہ خضاب والی روایت شاذ ہونے کی وجہ سے غیر مقبول ہے۔

غلط فهمی: ......"قاضی، محارب بن دثار، سدوسی کوفی (م: ۱۱٦ھ) (مسند علی بن الجعد: ٧٢٥ وسنده حسن)"

ازاله: ......قاضی محارب بن دثار رحمہ اللہ بھی سیاہ خضاب لگانے سے رجوع کر چکے ہیں جس کی دو دلیلیں پیش خدمت ہیں:

1. مسند علی بن الجعد (٧٢٦ وسنده حسن) میں مذکورہ حوالے سے متصل بعد حسان بن ابراہیم ہی نے فرمایا: میں نے (محارب بن دثار رحمہ اللہ) کی مانگ والی جگہ میں مہندی لگی دیکھی ہے۔
2. امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے محارب بن دثار کو عمر رسیدہ حالت میں کوفہ کی مسجد کے ایک کونے میں لوگوں کے درمیان فیصلہ کرتے دیکھا، آپ کی گھنی، لمبی (اور سفید) داڑھی تھی، آپ خضاب نہیں لگاتے تھے۔

(أخبار القضاة لأبی محمد بن خلف ص ٥٠٧ وسنده صحيح)

تنبیه: ......سفید داڑھی کے الفاظ ابن عیینہ کی دوسری روایت سے لیے ہیں۔ دیکھئے حوالہ مذکورہ۔

اس سے واضح ہوجاتا ہے کہ قاضی محارب بن دثار رحمہ اللہ نے سیاہ خضاب سے

رجوع کرلیا تھا۔

غلط فہمی:...... ''ابوخطاب، امام قتادہ بن دعامہ بن قتادہ، سدوسی بصری (م: بعد ۱۱۰ھ) نے فرمایا: ''عورتوں کے لیے بالوں کو سیاہ خضاب دینے میں رخصت ہے۔'' (جامع معمر بن راشد: ۲۰۱۸۲ وسندہ صحیح)''

ازالہ:...... رخصت اسی وقت رخصت ہوتی ہے جب عزیمت کا حکم باقی ہو ورنہ وہ رخصت نہیں بلکہ اصل حکم کی ناسخ ہوتی ہے، لہٰذا قائلین سیاہ خضاب کو یہ چنداں مفید نہیں کیونکہ امام قتادہ رحمہ اللہ سیاہ خضاب کی ممانعت تسلیم کرکے عورتوں کو رخصت دے رہے ہیں اور یہ رخصت بھی محل نظر ہے کیونکہ سیاہ خضاب مرد و زن دونوں کے لیے یکساں ممنوع ہے جب تک عورتوں کے لیے علیحدہ سے کوئی خاص حکم نہ ہو۔

بعض علماء نے ریشم اور سونے پر قیاس کرتے ہوئے سیاہ خضاب عورتوں کے لیے جائز قرار دیا ہے لیکن یہ اجتہادی سہو ہے اور نصوص و دلائل کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے غیر مقبول ہے، نیز امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ کی رخصت کا بھی یہی جواب ہے۔ مزید دیکھئے آنے والے صفحات۔

غلط فہمی: ...... ''ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف قرشی (م: ۹۴/۱۰۴ھ) (الطبقات الکبریٰ لابن سعد ۵/ ۱۱۹ وسندہ صحیح)''

ازالہ: ...... دو علیحدہ علیحدہ گواہیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف رحمہ اللہ بھی سیاہ خضاب سے رجوع کرچکے تھے۔

① محمد بن ہلال کا بیان ہے: انھوں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کو دیکھا کہ وہ مہندی لگاتے تھے۔

② محمد بن عمرو بن علقمہ وقاص اللیثی کا بیان ہے کہ ابوسلمہ (رحمہ اللہ) مہندی اور کتم (ملا کراس) سے خضاب لگاتے تھے۔

(الطبقات لابن سعد ۷/ ۱۵۵ وسندہ حسن)

ائمہ دین اور سیاہ خضاب

1 امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: "وَغَيْرُ ذَلِكَ مِنَ الصَّبْغِ أَحَبُّ إِلَيَّ." مجھے اس (سیاہ خضاب) کی بجائے دوسرے (مسنون) رنگ پسند ہیں۔

(موطأ امام مالك ٢/ ٩٤٩)

2 امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے سیاہ خضاب کے بارے میں فرمایا: اللہ کی قسم! مکروہ ہے۔(الوقوف والترجل من مسائل الإمام احمد ص ١٣٨ وسنده حسن، احمد بن محمد بن ابراهيم بن حازم صدوق كما قال الخطيب)

عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: میرے والد محترم نے اپنے سر اور داڑھی پر مہندی لگا رکھی تھی۔ (حلية الأولياء ٩/ ١٦٢ وسنده صحيح)

3 امام احمد بن سنان الواسطی رحمہ اللہ نے فرمایا: "رَأَيْتُ الشَّافِعِيَّ أَحْمَرَ الرَّأْسِ وَاللِّحْيَةِ" میں نے امام شافعی (رحمہ اللہ) کو سرخ داڑھی اور بالوں میں دیکھا۔ امام ابن ابی حاتم الرازی رحمہ اللہ نے فرمایا: "يَعْنِي أَنَّهُ اسْتَعْمَلَ الْخِضَابَ اتِّبَاعًا لِلسُّنَّةِ" یعنی بلاشبہ انھوں نے سنت کی اتباع میں (سرخ) خضاب استعمال کیا ہے۔(آداب الشافعی للرازی ص ٥٩ وسنده صحيح)

نبی کریم ﷺ کا انتخاب

قارئین کرام! ہم سابقہ سطور میں یہ واضح کر چکے ہیں کہ سیاہ خضاب کا استعمال جائز نہیں اور اس سے اجتناب ضروری ہے۔ اب ہم آپ کو اختصار کے ساتھ اس خضاب سے متعلق آگاہی دیں گے جسے نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کے لیے پسند فرمایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے اختیار کیا۔ اللہ رب العزت ہر مسلمان کو اتباع رسول ﷺ کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ أَحْسَنَ مَا غَيَّرْتُمْ بِهِ الشَّيْبَ الْحِنَّاءُ وَالْكَتَمُ))

''بہترین چیز جس سے تم سفید بالوں کا رنگ بدلو، مہندی اور کتم کا آمیزہ ہے۔'' (سنن أبی داود: ٤٢٠٥، سنن الترمذی: ١٧٥٣، سنن النسائی: ٥٠٨١ وسندہ صحیح)

نبی کریم ﷺ کا عمل:

عثمان بن عبداللہ بن موہب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے ہمیں نبی ﷺ کے چند بال نکال کر دکھائے جن پر خضاب لگا ہوا تھا۔

(صحیح البخاری: ٥٨٩٧)

ابن موہب رحمہ اللہ ہی سے مروی ہے کہ سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے انھیں نبی ﷺ کا بال دکھایا جو سرخ تھا۔ (صحیح البخاری: ٥٨٩٨)

سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عمل:

عقبہ بن وساج رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو آپ کے ساتھیوں میں سے ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ عمر رسیدہ تھے اور وہ مہندی اور کتم (ملا کر) خضاب لگاتے تھے، یہ بار بار کرتے حتیٰ کہ اس کا رنگ خوب گہرا ہوجاتا۔ عقبہ نے کہا: پھر میں دوسرے دن انس (رضی اللہ عنہ) سے ملا اور ان سے پوچھا: کیا آپ نے کہا تھا: ''حتیٰ کہ وہ سیاہ ہوجاتے؟'' تو انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے سیاہ کا ذکر نہیں کیا۔

(تهذیب الآثار، الجزء المفقود ص ٤٦٣ وسندہ صحیح)

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کا عمل:

سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''وَقَدْ خَضَبَ أَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ بِالْحِنَّاءِ

وَالْكَتَمِ" ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) مہندی اور کتم (ملا کر) خضاب لگاتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۲۳٤۱)

سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا عمل:

اسماعیل بن ابی خالد کہتے ہیں: "رَأَيْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَخْضِبُ بِالْحِنَّاءِ"
میں نے انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) کو دیکھا، آپ بالوں کو مہندی سے خضاب کرتے تھے۔

(اتحاف الخیرۃ المهرۃ ٤/ ٥٤٣ وسندہ صحیح)

طوالت کے خوف سے انھیں آثار پر اکتفا کیا جاتا ہے کیونکہ جو نکتہ ہم قارئین کو سمجھانا چاہتے ہیں وہ اس سے واضح ہوجاتا ہے۔ والحمد للّٰہ

آخری گزارش:

قارئین کرام! ہم پورے شرح صدر سے لکھ رہے ہیں کہ احادیثِ صحیحہ اور فہم سلف صالحین سے سیاہ خضاب کی ممانعت ہی ثابت ہو رہی ہے، لہٰذا اس سے اجتناب ضروری ہے۔ یاد رہے جو لوگ خود ایسی کشمکش کا شکار ہوں کہ سیاہ خضاب کی ممانعت کبھی ان کے نزدیک استحباب پر محمول ہو تو کبھی کراہت پر...... اُن کے "الحاصل" سے کچھ حاصل نہیں کیونکہ جو مستحب ہے وہ مکروہ نہیں اور جو مکروہ ہے وہ مستحب نہیں۔ ایک صاحب نے تقریباً بیس صفحات اس موضوع پر لکھے ہیں، بالآخر پورے مضمون کا نچوڑ آخری سطر میں یوں واضح کرتے ہیں: "سیاہ خضاب کو زیادہ سے زیادہ مکروہ کہا جاسکتا ہے"!!!! تو عرض ہے کہ ممنوعات و مکروہات اگر اس لیے بیان کیے جائیں کہ لوگ انھیں پڑھ کر ان سے اپنا دامن بچائیں گے تو یہ لائق تحسین ہے، لیکن اگر ان کی تبلیغ شروع کردی جائے تو پھر ایسے حضرات کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔

وما علینا الا البلاغ

تحقیق وتنقید

انوار السنن في تحقیق السنن

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

(۲۷)

۳۲۷) وَعَنْ طَاءُوْسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَضَعُ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى يَدِهِ الْيُسْرٰى ثُمَّ يَشُدُّ بِهِمَا عَلٰى صَدْرِهٖ وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ . رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ فِي الْمَرَاسِيْلِ وَإِسْنَادُهُ ضَعِيْفٌ . قَالَ النِّيْمَوِيُّ وَفِي الْبَابِ أَحَادِيْثُ أُخَرُ كُلُّهَا ضَعِيْفَةٌ .

اور طاؤس (ثقہ تابعی رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھتے، پھر انھیں مضبوطی سے سینے پر باندھ لیتے اور آپ نماز میں ہوتے تھے۔

اسے ابو داود نے کتاب المراسیل (ح ۳۳، السنن/ روایۃ ابن الاعرابی : ۷۵۹) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔

نیموی نے کہا: اور اس باب میں دوسری حدیثیں ہیں جو تمام ضعیف ہیں۔

انوار السنن:

۱: اگر ”و إسناده ضعیف“ سے نیموی صاحب کا یہ مطلب ہے کہ یہ روایت مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے تو ہمیں بسر وچشم تسلیم ہے اور اگر ان کا مطلب یہ ہے کہ اس کی سند امام طاؤس تک ضعیف ہے تو پھر نیموی صاحب کی بات غلط ہے جس کا ثبوت درج ذیل ہے:

روایتِ مذکورہ میں امام طاؤس سے راوی سلیمان بن موسیٰ الشامی : صدوق وحسن الحدیث ہیں۔

انھیں امام دحیم شامی، امام ابن معین اور جمہور محدثین نے ثقہ وصدوق قرار دیا ہے، لہٰذا ان پر بعض محدثین کی جرح مردود ہے۔ یہ بارہا دفعہ عرض کر دیا گیا ہے کہ جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق، صحیح الحدیث وحسن الحدیث راوی کی منفرد حدیث حسن لذاتہ ہوتی ہے، اِلا یہ کہ کسی خاص حدیث میں محدثین کرام کی تصریحات سے اس کا وہم و خطا ثابت ہو جائے تو محض وہی روایت ضعیف ہوگی اور باقی تمام روایات حسن رہیں گی۔

سلیمان بن موسیٰ سے نیچے راوی ثور، ہیثم بن حمید اور ابوتوبہ سب ثقہ وصدوق ہیں۔تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب ''نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اوراس کا مقام''

۲: اس سے اہل حدیث کے موقف کو کوئی نقصان نہیں، کیونکہ سیدنا ہلب الطائی رضی اللہ عنہ کی حسن لذاتہ روایت کے بعد سینے پر ہاتھ باندھنے والا مسئلہ ثابت ہو چکا ہے جس کی تائید صحیح بخاری (دیکھئے حدیث سابق:۳۲۱) اورسنن ابی داود (دیکھئے حدیث سابق: ۳۲۳) کی صحیح احادیث کے عموم ومفہوم سے بھی ہوتی ہے، لہٰذا ہمارے لئے یہی کافی ہے اورضعیف روایات کی ہمیں چنداں ضرورت نہیں، اگرچہ بعض لوگ ضعیف + ضعیف کو ملا کرحسن لغیرہ بھی بنا لیتے ہیں اور پھراس حسن لغیرہ کے حجت ہونے کا ڈھنڈورا بھی پیٹتے ہیں مگرہم ان غیر ثابت امور سے اجتناب کرتے ہیں۔ والحمد للہ

آخر ایک دن اللہ رب العالمین کے دربار میں بھی پیش ضرور ہونا ہے اور وہاں سب چھوٹا بڑا حساب بھی دینا ہے۔ دوغلی پالیسی اپنانے والے لوگوں نے اس دن کے لیے کیا جواب تیار کررکھا ہے؟ ذرا ہمیں بھی تو بتائیں!

بَابٌ فِي وَضْعِ الْيَدَيْنِ فَوْقَ السُّرَّةِ

ناف سے اوپر ہاتھ باندھنے کا باب

۳۲۸) عَنْ جَرِيْرِ الضَّبِّيِّ قَالَ: رَأَيْتُ عَلِيًّا يُمْسِكُ شِمَالَهُ بِيَمِيْنِهِ عَلَى الرُّسْغِ فَوْقَ السُّرَّةِ . رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَ زِيَادَةُ فَوْقَ السُّرَّةِ غَيْرُ مَحْفُوْظَةٍ .

جریر الضبی (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ میں نے علی (رضی اللہ عنہ) کو دیکھا آپ اپنا بایاں ہاتھ ناف سے اوپر کلائی پر بائیں ہاتھ سے پکڑتے تھے۔ اسے ابو داود (۷۵۷) نے روایت کیا ہے۔

اور ''ناف سے اوپر'' والی زیادت غیر محفوظ ہے۔

انوار السنن: اس کی سند حسن ہے۔

اس سند میں غزوان بن جریر اور جریر الضبی دونوں کو حافظ ابن حبان اور بیہقی (۲/ ۲۹ بتحسین حدیثہ) نے ثقہ وصدوق قرار دیا ہے، لہٰذا دونوں حسن الحدیث ہیں۔

یہ روایت اختصار کے ساتھ صحیح بخاری (قبل ح ۱۱۹۸) اور مصنف ابن أبی شیبة (۱/ ۳۹۰) میں موجود ہے اور اسے حافظ ابن حجر (تغلیق التعلیق ۲/ ۴۴۳) اور بیہقی (۲/ ۲۹) دونوں نے حسن کہا ہے۔

ابو طالوت عبد السلام بن ابی حازم ثقہ اور ابو بدر شجاع بن الولید حسن الحدیث وثقہ الجمہور ہیں، لہٰذا ان کا یا اُن کے شاگرد ابو بدر شجاع بن الولید کا تفرد چنداں مضر نہیں ہے۔

۲: کیوں محفوظ نہیں؟ کیونکہ نیموی صاحب کے موقف پر زد پڑتی ہے، حالانکہ اصولِ حدیث کی رُو سے یہ محفوظ وحسن لذاتہ ہے۔ والحمد للہ

۳۲۹) وَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ قَالَ: أَمَرَنِي عَطَاءٌ أَنْ أَسْأَلَ سَعِيْدًا أَيْنَ تَكُوْنُ الْيَدَانِ فِي الصَّلٰوةِ فَوْقَ السُّرَّةِ أَوْ أَسْفَلَ مِنَ السُّرَّةِ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ سَعِيْدٌ: فَوْقَ السُّرَّةِ . رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَ إِسْنَادُهُ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ .

اور ابو الزبیر (محمد بن مسلم بن تدرس رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ مجھے عطاء (بن ابی رباح رحمہ اللہ) نے حکم دیا کہ میں سعید (بن جبیر رحمہ اللہ) سے پوچھوں کہ دونوں ہاتھ نماز میں کہاں ہونے چاہئیں: ناف سے اوپر یا ناف سے نیچے؟ پھر میں نے اُن سے پوچھا تو سعید (بن جبیر رحمہ اللہ) نے فرمایا: ناف سے اوپر۔

اسے بیہقی (۲/ ۳۱) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند قوی نہیں۔

انوار السنن:

یہ سند سفیان ثوری کی تدلیس وغیرہ کی وجہ سے ضعیف ہے لیکن امام عبد الرزاق اپنی کتاب الامالی میں فرماتے ہیں: " انبأ ابن جریج قال: و أنبأنا أبو الزبیر قال قال: لي عطاء بن أبي رباح: سئل سعید بن جبیر أین موضوع الیدین فی الصلوة؟ قال: فوق السرة " یعنی ابوالزبیر نے کہا: مجھے عطاء بن ابی رباح نے کہا: سعید بن جبیر سے پوچھو کہ نماز میں ہاتھ کہاں ہونے چاہئیں؟ انھوں نے فرمایا: ناف سے اوپر۔

(الفوائد لابن منده ۲/ ۲۳٤ ح ۱۸۹۹، وسنده صحیح والحمد لله)

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ مشہور تابعی امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ نماز میں ناف سے اوپر، یعنی سینے پر ہاتھ باندھنے کے قائل تھے۔

بَابٌ فِيْ وَضْعِ الْيَدَيْنِ تَحْتَ السُّرَّةِ

ناف سے نیچے ہاتھ رکھنے کا باب

۳۳۰) عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ عَنْ أَبِيْهِ رضی اللہ عنہ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَضَعُ يَمِيْنَهُ عَلٰى شِمَالِهِ فِى الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ. رَوَاهُ ابْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ. وَ إِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ.

علقمہ بن وائل بن حجر (رحمہ اللہ) سے روایت ہے، وہ اپنے والد (سیدنا وائل بن حجر) رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا: آپ اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر نماز میں ناف سے نیچے رکھتے تھے۔

اسے ابن ابی شیبہ (؟) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

انوار السنن:

۱: ان الفاظ کے ساتھ مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ روایت بالکل نہیں ملی بلکہ مصنف ابن أبی شیبة (۱/ ۳۹۰ ح ۳۹۳۸) میں تو لکھا ہوا ہے کہ " حدثنا وکیع عن موسیٰ بن عمیر عن علقمه بن وائل بن حجر عن أبیه قال: رأیت النبي ﷺ وضع یمینه علی شماله فی الصلٰوة"

ترجمہ: میں نے نبی ﷺ کو دیکھا، آپ نے نماز میں اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھا تھا۔ اس میں نہ تو تحت السرة کے الفاظ ہیں اور نہ یضع کا لفظ ہے۔

یہ روایت جو میں نے مصنف ابن ابی شیبہ کے اصل نسخے سے نقل کی ہے اس کی سند صحیح ہے اور جو روایت نیموی صاحب نے نقل کی ہے اس کا مصنف ابن ابی شیبہ میں کوئی نام ونشان تک نہیں ہے۔

اس بے نام ونشان روایت کے بارے میں نیموی صاحب نے کئی قلابازیاں کھاتے ہوئے یہ تسلیم کیا ہے کہ " فکانت غیر محفوظة . . . لکنه ضعیف من جهة المتن " پس یہ غیر محفوظ ہے...... لیکن یہ متن کی طرف سے ضعیف ہے۔

(التعلیق الحسن ص ۱٤۹)

مصنف ابن ابی شیبہ کے عام قلمی اور مطبوعہ نسخوں میں تحت السرة کے الفاظ قطعاً موجود نہیں ہیں۔

عبدالقیوم حقانی دیوبندی فرماتے ہیں: ''یہ واضح رہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ کا جو نسخہ حیدر آباد دکن سے شائع ہوا ہے اس میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی اس روایت میں "تحت السرة" کے الفاظ نہیں ہیں......'' الخ

حقانی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ ''حنفیہ کی طرف سے سب سے پہلی دلیل ......

مگر بعض حضرات کے نزدیک اس روایت سے استدلال کمزور ہے، اول تو اس لیے کہ اس روایت میں ''تحت السرہ'' کے الفاظ مصنف ابن ابی شیبہ کے مطبوعہ نسخوں میں نہیں

ملے، اگرچہ علامہ نیموی نے ''مصنف'' کے متعدد نسخوں کا حوالہ دیا ہے، کہ اُن میں یہ زیادتی مذکور ہے، تب بھی اس زیادتی کا بعض نسخوں میں ہونا اور بعض میں نہ ہونا اس کو مشکوک ضرور بنا دیتا ہے......'' (توضیح السنن ج ۱ ص ۵۵۵)

تنبیہ: متعصب معاصرین نے بعض نسخوں میں اس زیارت کو ایڈ کر دیا ہے۔ والعیاذ باللہ

۳۳۱) وَ عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ حَسَّانَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا مِجْلَزٍ أَوْ سَأَلْتُهُ قَالَ قُلْتُ: كَيْفَ أَضَعُ قَالَ: يَضَعُ بَاطِنَ كَفِّ يَمِينِهٖ عَلٰى ظَاهِرِ كَفِّ شِمَالِهٖ وَ يَجْعَلُهُمَا أَسْفَلَ مِنَ السُّرَّةِ. رَوَاهُ أَبُوْ بَكْرِ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ. وَ إِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ.

اور حجاج بن حسان سے روایت ہے کہ میں نے ابو مجلز (لاحق بن حمید، تابعی رحمہ اللہ) کو فرماتے ہوئے سنا، یا میں نے اُن سے پوچھا: میں (ہاتھ) کس طرح رکھوں؟ انھوں نے فرمایا: دائیں ہتھیلی کا نچلا حصہ بائیں ہتھیلی کے اوپر والے حصے پر رکھ کر دونوں کو ناف سے نیچے رکھا جاتا ہے۔

اسے ابو بکر بن ابی شیبہ (۱/ ۳۹۱) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

انوار السنن: اس کی سند صحیح ہے۔

یہ ابو مجلز تابعی کا قول ہے اور سعید بن جبیر تابعی کا قول گزر چکا ہے کہ ناف سے اوپر ہاتھ رکھنا چاہیے۔ (دیکھئے حدیث: ۳۲۹)

طاؤس تابعی کا قول بھی گزر چکا ہے کہ نبی ﷺ نماز میں سینے پر ہاتھ باندھتے تھے۔ (حدیث: ۳۲۷)

جب تابعین اور صحابہ کے درمیان اختلاف ہو تو مرفوع حدیث کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور مرفوع حدیث گزر چکی ہے کہ نبی ﷺ سینے پر ہاتھ رکھتے تھے۔

(دیکھئے حدیث: ۳۲۶ وسندہ حسن)

۳۳۲) وَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: يَضَعُ يَمِيْنَهُ عَلٰى شِمَالِهٖ فِی الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ . رَوَاهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَ إِسْنَادُهُ حَسَنٌ .

اور ابراہیم (بن یزید نخعی رحمہ اللہ) نے فرمایا: نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف سے نیچے رکھا جاتا ہے۔

اسے ابن ابی شیبہ (۱/ ۳۹۱) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

انوار السنن: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس میں ایک راوی ربیع بن صبیح ہے جو ضعیف سیٔ الحفظ ہے۔ جمہور محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

بَابُ مَا يُقْرَأُ بَعْدَ تَكْبِيْرَةِ الْإِحْرَامِ

باب: تکبیر تحریمہ کے بعد کیا پڑھنا چاہیے؟

۳۳۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَسْكُتُ بَيْنَ التَّكْبِيْرِ وَ بَيْنَ الْقِرَآءَةِ إِسْكَاتَةً قَالَ: أَحْسِبُهُ قَالَ: هُنَيَّةً فَقُلْتُ بِأَبِيْ وَ أُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِسْكَاتُكَ بَيْنَ التَّكْبِيْرِ وَ بَيْنَ الْقِرَآءَةِ مَا تَقُوْلُ: قَالَ: "أَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِيْ وَ بَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ اَللّٰهُمَّ نَقِّنِيْ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَ الثَّلَجِ وَ الْبَرَدِ . " رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ إِلاَّ التِرْمَذِيَّ .

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تکبیر اور قراءت کے درمیان تھوڑی دیر سکوت فرماتے تھے۔ راوی نے کہا: میرا خیال ہے تھوڑی دیر (خاموش رہتے تھے) پھر میں نے کہا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ جب تکبیر اور قراءت کے درمیان خاموش ہوتے ہیں تو کیا پڑھتے ہیں؟

آپ نے فرمایا: ''میں: ((اللّٰھم باعد بیني ...... والبرد)) پڑھتا ہوں۔''

اے اللہ! میرے اور میری خطاؤں کے درمیان ایسی دُوری بنا دے جیسا کہ مشرق و مغرب کے درمیان دوری ہے۔ اے اللہ! مجھے خطاؤں سے اس طرح (پاک) صاف کر دے جیسا کہ سفید کپڑا میل سے (پاک و) صاف ہوتا ہے۔ اے اللہ! میری خطاؤں کو پانی، برف اور اولوں کے ساتھ دھو ڈال (معاف کر دے۔)

اسے ترمذی کے سوا ایک جماعت (بخاری: ٧٤٤، مسلم: ٥٩٧، ابو داود: ٧٨١، ابن ماجه: ٨٠٥، نسائی ١/ ٥٠ ح ٦٠، احمد ٢/ ٢٣١) نے روایت کیا ہے۔

انوار السنن:

۱: معلوم ہوا کہ سکوت فرمانا اور خاموش ہونا بالکل ہونٹ بند کر کے چپ ہو جانے کا نام نہیں بلکہ دل میں پڑھنا سکوت اور انصات کے منافی نہیں ہے۔ یہ معمولی سا مسئلہ بھی بعض لوگوں کی سمجھ سے باہر ہے۔

۲: یہ بات ثابت شدہ حقیقت ہے کہ نبی کریم ﷺ جہری نمازوں میں تکبیر تحریمہ کے بعد تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہو جاتے تھے اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جو جلیل القدر حافظِ حدیث اور عظیم الشان فقیہ تھے اس بارے میں بھی آپ ﷺ سے مسئلہ پوچھ لیا جس سے قیامت تک اہل علم اور ان کے عوام فائدہ اٹھاتے رہیں گے۔ ان شاء اللہ

اگر کوئی یہ کہے کہ میں یہ حدیث نہیں مانتا کیونکہ تکبیر تحریمہ کے بعد خاموش ہو جانا تو ایسی بات ہے جو سب صحابہ مشاہدہ فرماتے تھے، یہ عموم بلویٰ کا مسئلہ ہے، لہٰذا دوسرے صحابہ کہاں تھے کہ ان میں سے کسی نے بھی یہ مسئلہ نہیں پوچھا اور صرف ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ مسئلہ پوچھا، یہ تو عقل کے خلاف ہے۔!

عرض ہے کہ عموم بلویٰ کا فلسفہ ہی باطل ہے، اگر ایک صحابی سے کوئی روایت ثابت ہو جائے تو اہل ایمان کے لئے یہی کافی ہے اور بیمار عقل والے لوگوں کو اتباعِ سنت والے

دلائل بار بار پڑھ کر اپنی فرسودہ عقل کا علاج کرانا چاہیے۔

۳۳۴) وَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ رضی اللہ عنہ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ كَانَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلٰوةِ قَالَ: ((**وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ حَنِيْفًا وَّ مَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ إِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَ بِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَ أَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ أَنْتَ الْمَلِكُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، أَنْتَ رَبِّيْ وَ أَنَا عَبْدُكَ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ جَمِيْعًا إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ وَاهْدِنِيْ لِأَحْسَنِ الْأَخْلَاقِ لَا يَهْدِيْ لِأَحْسَنِهَا إِلَّا أَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّيْ سَيِّئَهَا لَا يَصْرِفُ عَنِّيْ سَيِّئَهَا إِلَّا أَنْتَ لَبَّيْكَ وَ سَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهُ فِيْ يَدَيْكَ وَ الشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ أَنَابِكَ وَ إِلَيْكَ تَبَارَكْتَ وَ تَعَالَيْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَ أَتُوْبُ إِلَيْكَ**)) وَ إِذَا رَكَعَ قَالَ إِلٰى اٰخِرِ الْحَدِيْثِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ فِيْ صَلٰوةِ اللَّيْلِ.

اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کو نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو فرماتے: ((وجهت وجهي ...... و اتوب اليك))

اور جب رکوع کرتے تو فرماتے ...... آخرت تک حدیث بیان کی۔

اسے مسلم (۷۷۱) نے رات کی نماز میں روایت کیا ہے۔

۳۳۵) وَ عَنْ مُّحَمَّدِبْنِ مَسْلَمَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ إِذَا قَامَ يُصَلِّيْ تَطَوُّعًا قَالَ: ((**اَللّٰهُ أَكْبَرُ وَ جَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا وَّ مَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ إِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَ بِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَ أَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ أَنْتَ الْمَلِكُ لَآ إِلٰهَ أَنْتَ سُبْحَانَكَ وَ بِحَمْدِكَ**)) ثُمَّ يَقْرَأُ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَ إِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ.

اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کو نفل نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوتے تو فرماتے: ((الله أكبر و جهت وجهي ...... سبحانك

وبحمد))

پھر آپ قراءت کرتے تھے۔

اسے نسائی (۲/ ۱۳۱ ح ۸۹۹) نے روایت کیا ہے اوراس کی سند صحیح ہے۔

انوار السنن: اس کی سند حسن ہے۔

۳۳۶) وَعَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيْلِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِذَا اسْتَفْتَحَ الصَّلٰوةَ قَالَ: ((**سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ وَ تبَارَكَ اسْمُكَ وَ تَعَالٰى جَدُّكَ وَ لَآاِلٰهَ غَيْرُكَ**)) . رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِيْ كِتَابِهِ الْمُفْرَدِ فِى الدُّعَاءِ وَ إِسنَادُهُ جَيِّدٌ .

اورحمید الطّویل (ثقہ مدلس تابعی رحمہ اللہ) سے روایت ہے، وہ (عن کے ساتھ) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو فرماتے:

((سبحانك اللهم ...... ولا إلٰه غير))

اسے طرانی نے اپنی خاص کتاب الدعاء (۱/ ۱۰۳۷ ح ۵۰۶) میں روایت کیا ہے اوراس کی سند اچھی ہے۔

انوار السنن: اس کی سند حسن ہے۔

حمید الطّویل اگرچہ مدلس ہیں، لیکن ان کی عن أنس والی روایت سماع پر محمول ہوتی ہے۔

۳۳۷) وَعَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ كَانَ إِذَا اسْتَفْتَحَ الصَّلٰوةَ قَالَ: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ وَ تَبَارَكَ اسْمُكَ وَ تَعَالٰى جَدُّكَ وَ لَآ إِلٰهَ غَيْرُكَ . رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَ الطَّحَاوِيُّ وَ إِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

اور اسود (بن یزید رحمہ اللہ) سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ جب نماز شروع کرتے تو فرماتے: سبحانك اللهم ...... غيرك .

اسے دارقطنی (۱/ ۳۰۰ ح ۱۱۳۳، ۱۱۳٤) اور طحاوی (۱/ ۱۹۸، ابن

أبی شیبة ۱/ ۲۳۰) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

انوار السنن: صحیح ہے۔

ہشیم بن بشیر رحمہ اللہ نے سماع کی تصریح کر دی ہے اور اس روایت کی بہت سی سندیں ہیں۔

۳۳۸) وَ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ: كَانَ عُثْمَانُ رضی اللہ عنہ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ يَقُوْلُ: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ وَ تَبَارَكَ اسْمُكَ وَ تَعَالٰى جَدُّكَ وَ لَآ إِلٰهَ غَيْرُكَ . يُسْمِعُنَا ذٰلِكَ . رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَ إِسْنَادُهُ حَسَنٌ .

اور ابو وائل (شقیق بن سلمہ رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ جب نماز شروع کرتے تو فرماتے: سبحانك اللهم ...... غيرك .

آپ ہمیں یہ سناتے تھے۔ اسے دارقطنی (۱/ ۳۰۲ ح ۱۱۴۱) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

انوار السنن: اس کی سند حسن ہے۔

معلوم ہوا کہ (تعلیم کے طور پر) دعائے استفتاح جہراً پڑھنا بھی جائز ہے۔

ابو بکر بن عیاش کو جمہور محدثین نے ثقہ وصدوق قرار دیا ہے، لہٰذا وہ حسن الحدیث ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب نور العینین فی اثبات رفع الیدین: طبع جدید (ص ۱۶۸)

بائیں ہاتھ سے کھانا

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے کھانا کھانے کے لیے اپنا بایاں ہاتھ جھکایا تو آپ نے اس کو منع کر دیا اور فرمایا: ''بائیں ہاتھ سے صرف اسی صورت میں کھاؤ جب تمہارے دائیں ہاتھ میں کوئی نقص ہو یا وہ مفلوج ہو۔''

(مصنف ابن أبی شیبة : ۲۴۴۴۲ ، وسندہٗ حسن)

دفاع حدیث

حفاظتِ حدیث کا وعدہ الٰہی

(قسط:۲) محمد ارشد کمال

وحی چاہے کتاب کی شکل میں ہو یا حکمت یعنی حدیث کی شکل میں اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ ﴾ (۱۵/ الحجر : ۹)

''بے شک ہم نے ہی ذکر نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔''

یہاں اللہ تعالیٰ نے ''نَزَّلْنَا الْقُرْآنَ'' نہیں فرمایا بلکہ: ﴿ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴾ فرمایا ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے، ذکر سے مراد قرآن بھی ہے، جیسا کہ سورۃ النحل میں ہے:

﴿ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝ ﴾ (۱٦/ النحل : ٤٤)

''ہم نے آپ کی طرف ذکر نازل کیا تا کہ آپ لوگوں کے سامنے اس چیز کو بیان کر دیں جو ان کی طرف اتاری گئی اور تا کہ وہ غور و فکر کریں۔''

یہاں قرآن کو ذکر کیا گیا ہے۔ اسی طرح قرآن کا بیان، اس کی تفسیر اور توضیح یعنی حدیث مبارکہ بھی ذکر ہے، سورۃ الطلاق میں ہے:

﴿ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۝ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ﴾

(٦۵/ الطلاق : ۱۰، ۱۱)

''بلاشبہ اللہ نے تمہاری طرف ذکر نازل کیا جو ایسا رسول ہے کہ تمہارے سامنے اللہ کی واضح آیات پڑھتا ہے، تا کہ وہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے

اور نیک اعمال کیے اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالے۔“

یہاں لفظ رسول، ذکرا سے بدل دیا ہے، یعنی اللہ نے تمہاری طرف ذکر نازل کیا ہے جو رسول ہے، اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو ذکر کہہ رہے ہیں کیونکہ آپ ﷺ کا وجود اطہر سراپا ذکر ہے، آپ کے اقوال وافعال، احوال وتقریرات سب ذکر ہی ہیں۔ بہرحال ثابت ہوا کہ ذکر صرف قرآن ہی نہیں بلکہ صاحب قرآن کی حدیث بھی ذکر ہے، لہٰذا دونوں کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے ذمہ لیا اور حفاظت فرمائی، آج چودہ صدیوں سے زائد کا عرصہ گزر جانے کے باوجود بھی یہ دونوں محفوظ ہیں اور آیندہ بھی محفوظ رہیں گے۔ ان شاء اللہ

❀ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (۳۳/ الاحزاب: ۲۱)

”بلاشبہ یقیناً رسول اللہ ﷺ میں تمہارے لیے اسوۂ حسنہ ہے۔“

یہ آیت بتلا رہی ہے کہ آپ ﷺ کی حیات طیبہ ہر دور کے مسلمانوں کے لیے اسوۂ حسنہ ہے، زندگی کے ہر معاملے میں خواہ وہ دینی ہو یا دنیاوی اسوۂ رسول سے راہنمائی لو، یہی تمہارے لیے بہترین نمونہ اور ماڈل ہے۔ قرآن نماز پڑھنے کا حکم دیتا ہے، طریقہ نہیں بتاتا کہ نماز کیسے پڑھنی ہے، اس کی رکعات کتنی ہیں ان میں کیا کچھ پڑھنا ہے کیا نہیں، رکوع وسجود کیسے کرنا ہے، دوران نماز میں کن امور کا خیال رکھنا ہے، کون سے کام منع ہیں کن کی اجازت ہے؟ ان تمام امور کے متعلق قرآن نے صاف کہہ دیا کہ اسوۂ رسول سے راہنمائی لے لو۔ حج کیسے کرنا ہے؟ دوران حج میں کیا کرنا ہے کیا نہیں؟ اسوۂ رسول سے راہنمائی لو، الغرض ہر طرح کی عبادات میں قرآن کا یہی فیصلہ ہے کہ اسوۂ رسول سے راہنمائی لو۔ اسی طرح دنیاوی امور ہیں۔ خوشی، غمی، رہن سہن، لین دین وغیرہ، ہر معاملے میں اسوۂ رسول سے راہنمائی لو۔ تاقیامت آنے والے لوگوں کے لیے یہی حکم ہے کہ اسوۂ رسول سے راہنمائی لو۔ اگر حدیث محفوظ نہ ہوتی...... تو بتائیے کہ آج وہ اسوۂ رسول ہمیں

کہاں سے ملتا جس سے ہم راہنمائی لیتے؟ لہٰذا ضروری تھا کہ قرآن کے ساتھ ساتھ صاحب قرآن کی حدیث کی بھی حفاظت ہو، تاکہ روز قیامت کوئی یہ عذر پیش نہ کر سکے کہ ہمارے پاس تو اسوۂ حسنہ پہنچا ہی نہیں تھا، ہم رسول اللہ ﷺ سے صدیوں بعد دنیا میں آئے۔ ہمارے آنے تک آپ کا اسوہ محفوظ ہی نہ رہا، چنانچہ ہم اس کے مطابق قرآنی احکامات کی بجا آوری کیسے کرتے؟ لوگوں کا یہ عذر ختم کرنے کے لیے اللہ نے حدیث کی حفاظت فرمائی۔

❀ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ہیں۔ نبوت کا جو سلسلہ سیدنا آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا وہ آپ پر آ کر ختم ہوگیا ہے۔ اب قیامت تک کوئی نبی یا رسول نہیں آئے گا۔ آپ کا خاتم النّبیین ہونا بھی اس بات کا متقاضی ہے کہ آپ کی لائی ہوئی شریعت قیامت تک محفوظ رہے۔ سابقہ نبیوں کی شریعتیں شاید اسی لیے محفوظ نہ رہ سکیں کہ وہ آخری نبی نہ تھے۔ یہ اعزاز صرف آخری نبی کے حصے میں تھا کہ اس کی شریعت محفوظ رہے گی۔ آپ کی شریعت قرآن و حدیث کی صورت میں ہے۔ حدیث کے بغیر شریعت محمدی ناقص ہے، اسلام کی پوری تصویر قرآن اور حدیث دونوں سے مل تیار ہوتی ہے، لہٰذا حدیث کی حفاظت بھی اتنی ہی ضروری تھی جتنی قرآن کی۔ اگر حدیث کی حفاظت نہ ہوتی تو شریعت محمدی غیر محفوظ اور ناقص قرار پاتی۔ بعد میں آنے والے ناقص شریعت لیے پھرتے اور کسی نئے نبی کی راہ تکتے پھرتے!!! یوں عقیدۂ ختم نبوت مٹ جاتا۔ (معاذ اللہ) لہٰذا اللہ تعالیٰ نے قرآن کے ساتھ ساتھ حدیث کی بھی حفاظت کا ذمہ لیا اور اس کی حفاظت فرمائی۔

❀ قرآن فہمی کا بھی یہ تقاضا تھا کہ حدیث محفوظ رہے۔ پوری امت مانتی ہے کہ حدیث قرآن کا بیان ہے۔ اس کے مجملات کی تفصیل، مبہمات کی توضیح، مشکلات کی تفسیر اور اشارات کی تشریح ہے۔ اگر حدیث محفوظ نہ ہوتی تو قرآن کے مجملات کی تفصیل کا کیسے پتا چلتا؟ اس کے مبہمات کی توضیح کہاں سے ملتی؟ مشکلات کی تفسیر کیسے کرتے؟

اشارات کی تشریح کیسے ہوتی؟ من مانی کے دروازے کھل جاتے، ہر کوئی اپنے عقلی گھوڑے دوڑاتا اور جیسے چاہتا قرآن کا معنی ومفہوم بیان کرتا رہتا۔ اللہ تعالیٰ نے تفہیم قرآن کے لیے حدیث کو محفوظ رکھا اور اس کی حفاظت فرمائی۔

حفاظت حدیث کے ذرائع

اللہ تعالیٰ نے جن ذرائع سے قرآن مجید کی حفاظت فرمائی ہے انہی سے حدیث کی بھی حفاظت کی ہے۔ حفاظت قرآن کے دو بڑے ذریعے ہیں: (۱) حفظ۔ (۲) کتابت۔ قرآن مجید کی جونہی کوئی آیت یا سورت نازل ہوتی آپ صحابہ کرام کو بتاتے، لکھواتے اور حفظ کرنے کی ترغیب دیتے۔ صحابہ کرام قرآن مجید حفظ بھی کیا کرتے تھے اور لکھا بھی کرتے تھے۔ صحابہ کے بعد بھی اور ہر دور میں حفاظت قرآن کے یہ دونوں ذرائع موجود رہے ہیں۔ قرآن حفظ بھی ہوتا رہا ہے اور لکھا بھی جاتا رہا ہے۔ چنانچہ آج ہمارے پاس بھی قرآن مجید انہی ذرائع سے پہنچا ہے اور اپنی اصلی حالت میں محفوظ ہے۔

بعینہٖ حفاظت حدیث کے بھی یہی دو بڑے ذرائع ہیں: (۱) حفظ (۲) کتابت۔

(۱) حفاظت حدیث بذریعہ حفظ:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ۝﴾ (۳۳/ الاحزاب : ۳٤)

”اور تمہارے گھروں میں جو اللہ تعالیٰ کی آیات اور حکمت میں سے پڑھا جاتا ہے اسے یاد کرو، بے شک اللہ نہایت باریک بین، پوری طرح باخبر ہے۔“

اس آیت مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ کے گھرانے کو حفظِ قرآن کے ساتھ ساتھ حفظِ حدیث کا بھی حکم دیا گیا ہے۔

✿ حدیث حفظ کرنے والے کے لیے خود رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی ہے:

((نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَءًا سَمِعَ مِنَّا حَدِيْثًا فَحَفِظَهُ حَتّٰى يُبَلِّغَهُ))

''اللہ اس شخص کو خوش و خرم رکھے جس نے ہم سے کوئی حدیث سنی، پھر اسے حفظ کیا یہاں تک کہ اسے آگے پہنچادیا۔''

(ابوداود، کتاب العلم، باب فضل نشر العلم، رقم: ۳٦٦٠، وسندہ صحیح)

✿ ایک موقع پر آپ ﷺ نے قبیلہ عبدالقیس کے وفد کو امور دین کی تعلیم فرمائی، ان امور میں ایسے احکام بھی شامل تھے جن کا قرآن مجید میں کوئی ذکر نہیں، ان سب امور کے متعلق آپ ﷺ نے انھیں فرمایا:

((اِحْفَظُوْهُنَّ وَاخْبِرُوْا بِهِنَّ مَنْ وَّرَائَكُمْ))

''انھیں حفظ کرلو اور جو تمھارے پیچھے ہیں انھیں ان کی خبر دے دو۔''

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب اداء الخمس من الایمان، رقم: ۵۳)

✿ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((اِنَّمَا كُنَّا نَحْفَظُ الْحَدِيْثَ وَالْحَدِيْثُ يُحْفَظُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ.))

''بے شک ہم حدیث کو حفظ کرلیا کرتے تھے اور حدیث تو رسول اللہ ﷺ سے حفظ کی جاتی تھی۔'' (مسلم، المقدمة، رقم: ۲۰)

✿ سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((حَفِظْتُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وِعَاءَيْنِ، فَأَمَّا اَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُهُ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَلَوْ بَثَثْتُهُ قُطِعَ هٰذَا الْبُلْعُوْمِ))

''میں نے رسول اللہ ﷺ سے (علم کے) دو برتن حفظ کیے ہیں، ان میں سے ایک کو تو میں نے پھیلا دیا ہے اور دوسرے کو اگر پھیلا دوں گا تو میرا حلق کاٹ دیا جائے گا۔''

(صحیح البخاری، کتاب العلم، باب حفظ العلم، رقم: ۱۲۰)

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے علم کے دو برتن

حفظ کیے ہیں، ایک کو میں نے پھیلا دیا ہے، اس سے مراد وہ احادیث ہیں جو سنن و احکام شرعیہ سے متعلق تھیں اور دوسرا جس کے متعلق فرماتے ہیں کہ اگر اسے پھیلاؤں تو میرا حلق (گردن) کاٹ دیا جائے گا، اس سے مراد وہ احادیث ہیں جن میں مستقبل میں واقع ہونے والے فتنوں کی خبریں تھیں۔ تاہم بعد میں انھیں بھی سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ گاہے بگاہے بیان کر دیا کرتے تھے۔ بہر حال اس حدیث سے سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حفظ حدیث کا پتہ چلتا ہے کہ وہ حدیث پاک کو حفظ کیا کرتے تھے۔

✿ ایک مرتبہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام سے پوچھا: "اَيُّكُمْ يَحْفَظُ حَدِيْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ الْفِتْنَةِ" "تم میں سے کس شخص کو فتنہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یاد ہے؟ سیّدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: "اَنَا اَحْفَظُهُ كَمَا قَالَ" مجھے وہ اسی طرح حفظ ہے جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی، سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اِنَّ عَلَيْهِ لَجَرِيٌّ فَكَيْفَ قَالَ؟" آپ تو اس پر واقعی بڑے دلیر ہیں (بتائیے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے فرمایا تھا؟ پھر سیّدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے وہ حدیث بیان کی۔

(صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب الصدقۃ تکفر الخطیئۃ، رقم: ۱۴۳۵)

ان جملہ روایات سے یہ حقیقت واضح ہو رہی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو زبانی یاد کیا کرتے تھے۔

بلکہ سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ تو اپنے شاگردوں سے بھی فرمایا کرتے تھے کہ حدیث کے بارے میں مذاکرہ کیا کرو کیونکہ ایک حدیث دوسری حدیث کو یاد دلاتی ہے۔

(سنن دارمی، المقدمہ، باب مذاکرۃ العلم، رقم: ۶۱۷، ۶۱۸، وسندہ صحیح)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح تابعین، تبع تابعین اور ائمہ محدثین بھی حدیث کو زبانی یاد کیا کرتے تھے۔ ابوحصین کہتے ہیں، میں نے سعید بن جبیر (تابعی رحمہ اللہ) سے پوچھا: کیا وہ سب حدیثیں جو میں آپ سے سنتا ہوں، آپ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھی تھیں؟ انھوں نے کہا: نہیں، میں تو ان کی مجلس میں خاموش بیٹھا رہتا تھا وہ خود ہی بیان

کرتے تھے تو میں زبانی یاد کرلیتا تھا۔ (ابن سعد : ٦/ ٣٧٥، وسندہ حسن)

✿ ابو بردہ کہتے ہیں کہ ایک شخص ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا ہمراہی تھا، اس نے بغیر سوچے سمجھے ان سے اسلام کے متعلق گفتگو کی، مجھے وہ کہنے لگا: قریب ہے کہ ابوموسیٰ چلے جائیں اور ان کی حدیث محفوظ نہ رہے، لہٰذا تو ان سے حدیث لکھ لیا کر۔ کہتے ہیں: میں نے کہا: تیری رائے بڑی اچھی ہے، پھر میں ان کی حدیث لکھنا شروع کر دی۔ انھوں (ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ) نے ایک حدیث بیان کی، میں اسے لکھنے لگا جس طرح کہ لکھا کرتا تھا تو وہ (ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ) فوراً میرے پیچھے آئے اور فرمایا: شاید تم میری (بیان کردہ) حدیث لکھتے ہو؟ میں نے فرمایا: جی ہاں، انھوں نے کہا: تم نے جو کچھ لکھا ہے میرے پاس لاؤ، میں وہ ان کے پاس لایا تو انھوں نے اسے مٹا دیا اور فرمایا: "اِحْفَظْ كَمَا حَفِظْتُ" اسی طرح یاد کرو جس طرح میں نے یاد کیا ہے۔ (ابن سعد : ٤/ ١٠٥، وسندہ صحیح)

✿ امام ابوداود سجستانی کے فرزند ارجمند امام ابوبکر عبداللہ بن ابی داود کے متعلق امام ابن شاہین فرماتے ہیں کہ انھوں نے ہمیں بیس سال کے قریب حدیثیں لکھائیں، میں نے ان کے ہاتھ میں کبھی کوئی کتاب نہیں دیکھی۔ وہ تو صرف حافظے سے (زبانی) حدیثیں لکھوایا کرتے تھے۔ (تاریخ دمشق : ٢٩/ ٨٣، وسندہ صحیح)

✿ ابن شاہین ہی کا بیان ہے کہ جب امام ابن ابی داود (آخر میں) نابینا ہو گئے تو منبر پر بیٹھتے اور ان کا بیٹا ابومعمر ان سے ایک سیڑھی نیچے بیٹھ جاتا اور اس کے ہاتھ میں کتاب ہوتی، وہ کہتا: فلاں حدیث تو آپ وہ پوری حدیث (زبانی) پڑھ دیتے تھے۔

(ایضاً، وسندہ صحیح)

✿ احمد بن ابراہیم شاذان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ امام ابن ابی داود سجستان گئے تو اصحاب حدیث کے پرزور اپیل پر انھیں تیس ہزار حدیثیں زبانی سنا دیں۔

(تاریخ بغداد ٩/ ٤٦٦ وسندہ حسن)

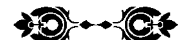
✿ امام اسحاق بن راہویہ نے اپنی عظیم الشان کتاب مسند اسحاق بن راہویہ، کئی دفعہ

اپنے شاگردوں کو زبانی حافظے سے لکھوائی تھی۔

(تاریخ مدینة الاسلام: ۷/ ۳۷۳، وسنده صحیح)

حضرات محدثین کے حفظ حدیث اور حافظے کی یہ چند مثالیں ہم نے بیان کی ہیں ورنہ سچ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ایسے عظیم حافظے عطا فرما رکھے تھے کہ ہزاروں روایات اپنی سندوں اور متون سمیت انھیں اس طرح یاد ہوتی تھیں جیسے عام آدمی کو سورۂ فاتحہ یاد ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں تاریخ کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ حافظ ذہبی کی تذکرۃ الحفاظ ہی دیکھ لیں جس میں عہد صحابہ سے لے کر ساتویں صدی ہجری کے بعد تک کے ہزار سے زائد حفاظ حدیث کے حالات آپ کو ملیں گے۔ آج اس قحط الرجال کے دور میں بھی حفاظت حدیث کا یہ ذریعہ زندہ ہے، گو اب اس کی وہ ضرورت نہیں رہی جو (دور تدوین میں) کبھی ہوا کرتی تھی مگر پھر بھی حدیث سے ایک قلبی لگاؤ اور اس سے محبت کی وجہ سے آج بھی ہمارے مدارس میں طلبا جس طرح قرآن حفظ کرتے ہیں اسی طرح حدیث بھی حفظ کرتے ہیں۔ خود راقم نے اپنی تعلیمی سفر کے آغاز میں اپنے استاد مولانا طفیل حفظہ اللہ آف رینالہ خورد کو پچاس حدیثیں زبانی سنا کر انعام وصول کیا تھا۔ وللہ الحمد

ہمارے شیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کو کئی حدیثیں زبانی یاد تھیں، نیز استاذ العلماء حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ، محدث عبد المنان وزیر آبادی رحمہ اللہ، محدث محمد گوندلوی رحمہ اللہ اور محدث ناصر الدین البانی رحمہ اللہ وغیرہم کو یقیناً حافظ الحدیث کہا جا سکتا ہے، اسی طرح بہت سارے علما کرام ہیں جو حدیث کے حافظ ہیں بعض مدارس میں تو با قاعدہ حفظ حدیث کے مقابلے ہوتے ہیں، جیسا کہ جامعہ محمدیہ لوکو ورکشاپ میں اخی فی اللہ مولانا عتیق الرحمٰن علوی کو صحیح بخاری حفظ کرنے کا اعزاز حاصل ہے۔ ان تمام باتوں کو حوالہ قرطاس کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حفاظت قرآن کی طرح حفاظت حدیث کا یہ ذریعہ آج بھی اللہ تعالیٰ نے زندہ رکھا ہوا ہے۔



فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم

حافظ شیر محمد الاثری

الحمد لله رب العٰلمين والصلوٰة والسلام علٰى رسوله الأمين ، أما بعد:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں چند گھڑیاں گزارنا یقیناً بہت بڑی سعادت اور خوش نصیبی ہے اور محض یہی رفاقت ان جلیل القدر و عظیم المرتبت ہستیوں کو دوسرے تمام لوگوں سے ممتاز کر دیتی ہے۔ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے:

((لَا تَسُبُّوْا أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم فَلَمُقَامُ أَحَدِهِمْ سَاعَةً ، خَيْرٌ مِنْ عَمَلِ أَحَدِكُمْ عُمْرَهُ .))

''محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو برا مت کہو، ان میں سے کسی کا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں) ایک گھڑی گزارنا تمھاری ساری زندگی کے اعمال سے افضل ہے۔'' (حسن، سنن ابن ماجه : ١٦٢ سفیان الثوری نے سماع کی صراحت کر رکھی ہے۔ دیکھئے المطالب العالیۃ ٨/ ٤٨١ ، ح ٤٢٥٥)

درج ذیل سطور میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت و عظمت کی چند جھلکیاں قرآن و حدیث کی روشنی میں پیش خدمت ہیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایمان معیار ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ﴾

''پھر اگر یہ لوگ بھی اسی طرح ایمان لے آئیں جس طرح تم ایمان لے آئے ہو تو ہدایت یاب ہو جائیں اور اگر منہ پھیر لیں تو وہ درپے مخالفت ہیں۔'' (٢/ البقرة : ١٣٧)

اللہ رب العزت نے ایمانِ صحابہ کو معیار قرار دے کر لوگوں سے اسی طرح ایمان لانے کا تقاضا کیا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ؕ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَ لٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝﴾

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جس طرح اور لوگ ایمان لے آئے تم بھی لے آؤ تو کہتے ہیں: بھلا جس طرح بیوقوف ایمان لے آئے ہیں ہم بھی اسی طرح ایمان لے آئیں؟ آ گاہ رہو! یہی بے وقوف ہیں لیکن وہ جانتے نہیں۔'' (۲/ البقرۃ: ۱۲)

معلوم ہوا کہ جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں منفی کلام کرتا ہے وہ جاہل اور بیوقوف ہے اور صحابہ کی عظمت کے لیے یہی کافی ہے کہ ان کے ایمان کو اللہ نے دوسروں کے لیے معیار قرار دیا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعض اوصافِ حمیدہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚۖۛ وَ مَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ۫ۛ﴾

''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور جو ان کے (صحابی) ساتھ ہیں وہ کافروں کے حق میں تو سخت ہیں، جبکہ آپس میں (ایک دوسرے کے لیے) نرم ہیں، تو ان کو دیکھتا ہے کہ (اللہ کے سامنے وہ) سربسجود ہیں، اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی طلب کر رہے ہیں (کثرت) سجود کی وجہ سے ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوئے ہیں، ان کی یہی مثال (صفت) تورات اور انجیل میں (بھی) ہے۔'' (۴۸/ الفتح: ۲۹)

اس آیت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درج ذیل اوصاف حمیدہ مذکور ہیں:

❀ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھی قرار دیا۔

❀ صحابہ کرام اہل ایمان واسلام کے لیے تو انتہائی نرم ہیں لیکن اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں کے لیے انتہائی سخت ہیں۔

❀ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اخلاص کی گواہی خود اللہ رب العزت نے فرمائی کہ وہ سجدے میں گر کر فضلِ الٰہی اور اس کی خوشنودی ہی کے طالب ہیں۔

❀ ان کے یہ اوصاف نہ صرف قرآن مجید میں مذکور ہیں بلکہ تورات وانجیل میں بھی یہی اوصاف موجود تھے۔ رضی اللہ عنہم

اللہ ان سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے راضی

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ﴾

”بلاشبہ اللہ ایمان والوں سے راضی ہوگیا، جب وہ اس درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے تو اس نے جان لیا جو ان کے دلوں میں تھا۔“

(٤٨/ الفتح : ١٨)

نیز ارشاد ہے:

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝١٠٠﴾

”مہاجر وانصار میں سے سبقت کرنے والے سب سے پہلے لوگ اور وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اس سے راضی ہوگئے اور اس نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں

جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔'' (۹/ التوبة : ۱۰۰)

ایک مومن کے لیے رضائے الٰہی بہت بڑی نعمت ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ﴾ ''اور اللہ کی طرف سے تھوڑی سی خوشنودی سب سے بڑی ہے۔'' (۹/ التوبة : ۷۲)

صحابہ کرام بہترین لوگ ہیں

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ......)) ''میرے زمانے کے لوگ بہترین ہیں، پھر وہ جو اُن سے متصل بعد آئیں گے۔''

(صحیح البخاری : ۳۶۵۱)

ہر مسلمان پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تکریم لازم ہے

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((أَكْرِمُوْا أَصْحَابِيْ)) ''میرے (تمام) صحابہ کی عزت کرو۔'' (السنن الکبری للنسائی: ۵/ ۳۸۷ ح ۹۲۲۲ وسندہ حسن)

اسی طرح آپ نے فرمایا: ''میرے صحابہ کو برا نہ کہو، اگر تم میں سے کوئی شخص احد (پہاڑ) کے برابر سونا (اللہ کی راہ میں) خرچ کردے تو بھی ان (صحابہ کرام) کے خرچ کردہ ایک مد (مٹھی بھر) یا اس سے آدھے (جو یا غلہ) کے برابر نہیں ہوسکتا۔''

(صحیح البخاری : ۳۶۷۳، صحیح مسلم : ۲۲۲/ ۲۵۴۱)

سنن الترمذی (۳۸۵۸ وسندہ حسن) کی ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس نے (حالتِ ایمان میں) رسول اللہ ﷺ کو دیکھ لیا اسے آگ نہیں چھوئے گی۔ جس سے واضح ہوجاتا ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنتی ہیں۔ قارئین کرام! قرآن و حدیث میں صحابہ کرام کے فضائل و خصائل بہت زیادہ ہیں، ہم نے انتہائی اختصار کے ساتھ ان میں سے بعض ذکر کردیے ہیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے دلوں کو تمام صحابہ کی محبت سے بھردے، آمین۔

غیر ثابت قصے

ایک نوجوان کا قصہ

نوید شوکت (ڈربی، برطانیہ)

سیدنا انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: میں ایک انصاری نوجوان کی عیادت کے لیے گیا (لیکن وہاں جانے کے بعد) وہ جلد ہی فوت ہو گیا۔ ہم نے اس کی آنکھیں بند کیں اور اس پر چادر ڈال دی، ہم میں سے بعض نے اس کی ماں کو کہا: اس کے ثواب کی امید رکھ، اس نے کہا: وہ فوت ہو گیا؟ ہم نے کہا: ہاں۔ اس نے کہا: کیا تم صحیح کہہ رہے ہو؟ ہم نے کہا: جی ہاں، اس نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف پھیلائے اور کہا: اے اللہ! بے شک میں تیرے ساتھ ایمان لائی اور تیرے رسول کی طرف ہجرت کی، پس جب مجھے کوئی مصیبت پہنچی اور میں نے تجھ سے دعا کی، تُو نے اسے دور کر دیا۔ میں تجھ سے سوال کرتی ہوں: اے اللہ! آج کے دن یہ مصیبت مجھ پر نہ ڈال۔ انھوں (انس رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: اس (میت) نے اپنے چہرے سے کپڑا ہٹایا ہم اس سے جدا نہیں ہوئے حتیٰ کہ ہم نے کھانا کھایا اور اس نے بھی ہمارے ساتھ کھانا کھایا۔

اس واقعہ کی سند درج ذیل ہے:

امام بیہقی رحمہ اللہ نے فرمایا: "وَ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ بْنُ بَشْرَانَ أَنْبَأَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ صَفْوَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي الدُّنْيَا حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ خِدَاشِ بْنِ عَجْلَانَ الْمُهَلَّبِي وَ إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ بَسَّامٍ قَالَا حَدَّثَنَا صَالِحُ الْمُرِّيُّ عَنْ ثَابِتِ الْبُنَانِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ ...... إلخ . (دلائل النبوۃ ج٦ ص٥١)

امام ابن عدی نے بھی اسے الکامل (٥/ ٩٥) میں روایت کیا ہے۔

اسی طرح حافظ ابن کثیر نے البدایۃ والنہایۃ (٦/ ٢٩١) میں ابو بکر بن ابی دنیا سے نقل کیا۔ اس واقعہ کا مرکزی راوی صالح المری منکر الحدیث ہے۔

1 امام احمد بن حنبل نے کہا: كَانَ صَاحِبُ قَصَصٍ يَقُصُّ لَيْسَ هُوَ صَاحِبُ آثَارٍ وَ حَدِيْثٍ وَلَا يَعْرِفُ الْحَدِيْثَ .

وہ قصہ گوتھا قصے بیان کرتا تھا۔ وہ صاحب آثار و حدیث نہیں ہے اور نہ وہ حدیث کو پہچانتا۔ (الجرح والتعديل ٤/ ٣٩٦)

2 یحییٰ بن معین نے کہا: "ضَعِيْفُ الْحَدِيْثِ". (الجرح والتعديل ٤/ ٣٩٦)

3 امام بخاری نے کہا: "مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ". (الضعفاء الصغير :١٦٩)

4 امام نسائی نے کہا: "مَتْرُوكُ الْحَدِيْثِ". (الضعفاء والمتروكون :٣٢١)

5 حافظ ابن حجر نے کہا: "ضَعِيْفٌ". (التقريب : ٢٨٤٥)

اس کے علاوہ بھی علماء نے اس پر جرح کی ہے۔

دیکھئے الكامل لابن عدي وغيره

ان تمام علماء کے مقابلے میں صرف ابن شاہین نے اس کے بارے میں کہا: ليس به بأس . (أسماء الثقات : ٦٠٢)

لیکن جمہور کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

لہٰذا یہ سارا واقعہ من گھڑت ہے جو لائق التفات نہیں۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قرآن اور صحیح احادیث و آثار کا متبع بنائے، ضعیف، موضوع و من گھڑت روایات سے اپنا دامن بچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اعلان

قارئین کرام! گزشتہ شمارے میں ''بیوی پر خاوند کے حقوق'' اور ''نماز میں رکوع و سجود کی طوالت اور گناہوں کا جھڑنا'' کے سلسلے میں دو حدیثیں لکھی تھیں جن کی سند صحیح ہے، جس کی تفصیل کسی شمارے میں بیان کردی جائے گی۔ (ان شاء اللہ)

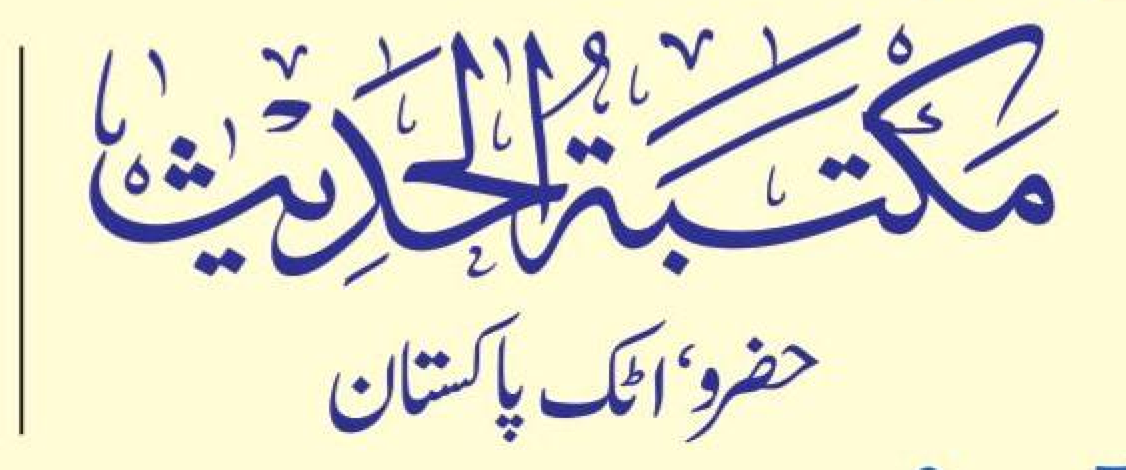
Monthly Isha'at AlHadith Hazro



- قرآن وحدیث اوراجماع کی برتری
- دینِ اسلام اور مسلک اہل الحدیث کا دفاع
- سلف صالحین کے متفقہ فہم کا پرچار
- علمی، تحقیقی ومعلوماتی مضامین اورانتہائی شائستہ زبان
- صحابہ، تابعین، تبع تابعین، محدثین اور تمام ائمہ کرام سے محبت
- صحیح وحسن احادیث سے استدلال اور ضعیف ومردود روایات سے کلی اجتناب
- اتباع کتاب وسنت کی طرف والہانہ دعوت
- مخالفین کتاب وسنت اور اہل باطل پر علم ومتانت کے ساتھ بہترین وبادلائل رد
- اصولِ حدیث اور اسماء الرجال کو مدنظر رکھتے ہوئے اشاعت الحدیث
- قرآن وحدیث کے ذریعے سے اتحادِ امت کی طرف دعوت

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ ''الحدیث'' حضرو کا بغور مطالعہ کر کے اپنے قیمتی مشوروں سے مستفید فرمائیں، ہر مخلصانہ رائے اور مفید مشورے کا قدر وتشکر کی نظر سے خیر مقدم کیا جائے گا۔

ishaatulhadith@gmail.com
ishaatulhadith.com
ishaatulhadith



حضرو، اٹک پاکستان